خدا کیا چاہتا ہے؟

مصنف:۔ مائیکل۔ ایس۔ ہیزر

مترجم:۔ عمانوائل داؤد

جُملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

چونکہ اس کتاب کے تمام جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں، اِس لئے اِس کتاب کا کوئی بھی حصہ مصنف کی تحریری اجازت کے بغیر شائع نہ کیا جائے۔

پبلشر سے پہلے تحریری منظوری کے بغیر کسی سسٹم میں محفوظ کرنا یا کسی بھی مقصد کی خاطر کہیں منتقل کرنا یا کسی برقیاتی یا مشینی طریقہ سے اس کی عکاسی کرنا سخت منع ہے۔

مصنف کی دیگر کتب

مافوق الفطرت:۔ بائبل مقدس نادیدنی دُنیا کے بارے میں کیا بیان کرتی ہے اور یہ کیوں کر اہم ہے؟

نادیدنی عالم:۔ دُنیا کے تعلق سے بائبل مقدس کے مافوق الفطرت نکتہ نظر کو دریافت کرنا

فرشتگان:۔ خدا کے آسمانی لشکر کے بارے میں بائبل مقدس اصل میں کیا تعلیم دیتی ہے؟

بدروحیں:۔ تاریکی کی قوتوں کے تعلق سے بائبل مقدس اصل میں کیا تعلیم دیتی ہے؟

مجھے بائبل مقدس سے بیزار نہ کریں

بائبل مقدس۔۔۔ کتاب مقدس کو اس کی اصطلاحات کے ساتھ سمجھنا

۔۔ حنوک، نگہبان، اور خداوند یسوع مسیح کا فراموش کر دیا جانے والا مشن

بائبل مقدس کے مطالعہ پر دسترس حاصل کرنے کے لئے مختصر فہم و ادراک (60 منٹ کی سکالر سیریز)

بائبل مقدس پر دسترس حاصل کرنے کے لئے مختصر فہم و ادراک (60 منٹس کی سکالر سیریز)

بائبل مقدس کے بنیادی عقیدہ اور تعلیم پر دسترس حاصل کرنے کے لئے مختصر فہم و ادراک (60 منٹس کی سکالر سیریز)

اِنتساب

اُن سب کے نام جو خداوند یسوع مسیح میں اپنے ایمان کا سفر شروع کرنے والے ہیں۔

اُن سب کے نام بھی جنہوں نے بہت پہلے یہ سفر شروع کیا تھا لیکن وہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ آج بھی وہیں کے وہیں کھڑے ہیں۔

فہرست مضامین

پیش لفظ

تعارف

حصہ اوّل۔ کہانی

باب1:۔ خدا ایک خاندان چاہتا تھا۔۔12

باب2:۔ خدا اب بھی ایک خاندان چاہتا تھا۔۔18

باب3:۔ خدا کو اپنے ہی خاندان نے دھوکہ دیا۔۔27

باب4 :۔ خدا اپنے انسانی خاندان میں شامل ہو گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔34

باب5:۔ خدا اپنے خاندان کا تعاقب کرتا ہے ۔۔40

باب6:۔ خدا اپنے خاندان کے ساتھ ہمیشہ رہے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔46

حصہ دوئم:۔ انجیل

باب7:۔ انجیل کیا ہے؟۔۔۔ 54

حصہ سوئم:۔ خداوند یسوع کی پیروی کرنا

باب8:۔ شاگردیت کیا ہے؟۔۔ 64

باب9:۔ ایک شاگرد کیا کرتا ہے؟۔۔70

اہم نام اور اصطلاحات (فرہنگ)۔۔۔87

مافوق الفطرت اصطلاحات کا خلاصہ۔۔93

پیش لفظ

براہ مہربانی اِسے نظر انداز نہ کریں

میں پُراُمید ہوں کہ آپ پیش لفظ کی متوجہ ہو چکے ہیں۔ پیش لفظ پڑھنا ایسے ہی ہے جیسے آپ قطار میں کھڑے کسی چیز کے مُنتظر ہوں۔ یا پھر ٹریفک میں پھنسے ہوئے راستہ کھلنے کا انتظار کر رہے ہوں۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ اس پیش لفظ کو پڑھنے سے آپ بڑے جوش و خروش سے بھر جائیں گے لیکن یہ بہت اہم ہے۔

زیرِ نظر کتاب بائبل مقدس کا لُبِ لباب یعنی خدا کی محبت کو بیان کرتی ہے۔ کس طرح اور کس قدر خدا یہ چاہتا ہے کہ آپ ابدی زندگی حاصل کریں اور کس طرح خدا چاہتا ہے کہ آپ دوسروں کو یہ دو ابتدائی باتیں سکھانے میں مدد و معاونت کریں۔ یہ بہت سادہ سی بات ہے۔ لیکن امکانِ غالب ہے کہ یہ سب کچھ آپ کے سابقہ طرزِ فکر اور طرزِ عمل سے قطعی مختلف ہو گا۔ اس کتاب میں ایسی چند ایک باتوں کا احاطہ کیا گیا ہے جن کے بارے میں آپ نے کبھی سنا بھی نہیں ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ کئی ایک چیزیں بڑی عام سی معلوم ہوتی ہوں اور آپ اُن سے بخوبی واقف اور آگاہ بھی ہوں لیکن میں نے اُنہیں مختلف زاویہ سے بیان کیا ہے۔

کتاب تحریر کرتے وقت میرے ذہن میں دو اقسام کے قارئین کرام ہیں۔ اوّل۔ ایسے لوگ جو ابھی حال ہی میں خداوند یسوع مسیح پر ایمان لائے ہیں۔ اگر آپ بھی اُن لوگوں میں سے ہیں تو غالباً آپ بائبل مقدس سے تھوڑے بہت خوفزدہ ہوں گے۔ بائبل مقدس میں بہت سی باتیں عجیب سی معلوم ہوتی ہے اور اُنہیں سمجھنا آسان نہیں ہے۔ یقین مانیں، مجھے علم ہے کہ آپ کے احساسات اس وقت کیسے ہیں۔ جب میں ایک نوعمر لڑکا تھا اور میں خداوند یسوع پر ایمان لے آیا تو مجھے بائبل مقدس کے بارے میں کچھ بھی جانکاری نہیں تھی۔ میں نے یسوع، نوح، آدم اور حوا کے بارے میں سُن رکھا تھا۔ بائبل مقدس کے تعلق سے بس یہی کچھ میرے علم میں تھا۔ کاش یہ کتاب اُس وقت کسی نے میرے ہاتھوں میں تھما دی ہوتی جب میں نے خوشخبری کے پیغام کو قبول کیا تھا!! اس سے مجھے بائبل کی کہانی کا فہم و ادراک حاصل ہو جانا تھا اور اس کے ساتھ کئی ایک اہم تصورات کا علم بھی۔ میرا ایمان ہے کہ یہ کتاب اِس سلسلہ میں آپ کے لئے ایسی ہی خدمت سرانجام دے گی۔

دوسری قسم کے قارئین جو میرے سامنے ہیں، وہ لوگ جو کچھ عرصہ سے خداوند یسوع مسیح کو جان چکے ہیں، لیکن یہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ روحانی طور پر نشوونما اور ترقی نہیں کر رہے۔ آپ خداوند یسوع مسیح پر ایمان رکھتے ہیں، ایک عرصہ سے کلیسیائی سرگرمیوں میں بھی بھرپور حصہ لیتے آ رہے ہیں، لیکن ایک مایوس کن احساس آپ کے اندر موجود ہے کہ میں کیوں آگے نہیں بڑھ رہا۔ ابتدائی دَور میں آپ نے بائبل مقدس کے بارے میں تھوڑا بہت جانا تھا، آپ بائبل مقدس کے تعلق سے مزید کچھ جاننے کے آرزومند ہیں۔ جب مسیح یسوع کی پیروی کی بات آتی ہے تو آپ ذہنی اُلجھاؤ کا شکار ہو کر رہ جاتے ہیں، یہ سب کچھ بروز اتوار گرجہ گھر جانے اور مسیحی دوستوں کے ساتھ رفاقت اور کلیسیا

ئی گروپس میں شامل ہونے سے بڑھ کر کچھ ہونا چاہئے۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اگر آپ اس قسم کے احساسات اور جذبات رکھتے ہیں تو آپ بالکل دُرست ہیں۔ زیرِ نظر کتاب آپ کی مدد کرے گی تا کہ آپ مسیحی زندگی میں ترقی کر سکیں۔

شاید یہ بات آپ کو متضاد معلوم ہو، لیکن اس کتاب کا مقصد یہی ہے کہ ذہین لوگوں کو بنیادی مگر اہم باتیں متعارف کرائی جائیں۔ میں یہی سمجھتا ہوں کہ میرے قارئین بڑے ذہین و فطین لوگ ہیں۔ یہ کتاب آپ میں سے بعض کی مدد کرے گی کہ آپ بعض ایک باتوں کو از سرِ نو سیکھ سکیں۔ لیکن بعض قارئین کے لئے یہ کتاب سیکھنے کے لئے محض آغاز ہو گا، ہم میں سے ہر ایک کو کہیں نہ کہیں سے تو آغاز کرنا ہی پڑھتا ہے، پس ہم آغاز کر چکے ہیں۔

مجھے یہ اُمید ہے کہ میری اس کتاب کا مطالعہ کرنے سے قارئین کرام میں میری تحریر کردہ مزید کتب کا مطالعہ کرنے کی اشتہا پیدا ہو گی۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد میں آپ کے لئے یہی تجویز کروں گا کہ آپ میری کتاب "مافوق الفطرت: بائبل مقدس نادیدنی جہاں کے تعلق سے کیا سکھاتی ہے۔ اور یہ کیوں کر اہم ہے" کا مطالعہ کریں۔ انگریزی زبان جاننے والوں کے لئے یہ کتاب آن لائن، ایمازون یا پھر لیکسہم پریس پر بھی دستیاب ہے۔ بہت سی فری ویڈیوز بھی دستیاب ہیں جہاں میں نے اس کتاب میں موجود اہم تصورات و نظریات پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ دیگر زبانوں میں پڑھنے والوں کے لئے یہ کتاب فری ڈاؤن لوڈ کے لئے بھی دستیاب ہے۔

https:// www.miqlat.org/translation -of -supernatural. htm.

مجھے اُمید ہے کہ "مافوق الفطرت" کا مطالعہ کرنے کے بعد قارئین کرام میری دیگر کئی ایک تصانیف پڑھنے کے لئے تیار ہو جائیں گے جو اس بات کو بخوبی بیان کرتی ہیں کہ بائبل مقدس اور خدا کے بارے میں جاننے کے لئے ابھی بہت کچھ باقی ہے۔ آپ نے کئی ایک باتیں تو کبھی سنی بھی نہیں ہوں گی

اُمید واثق ہے کہ آپ ریکارڈ شدہ پیغامات اور تعلیمی سلسلہ سننے والوں میں بھی شامل ہو جائیں گے۔ میرا مقصد یہی ہے کہ میں اپنے قارئین اور سامعین کو بائبل مقدس کی تعلیم بائبل مقدس کی بنیاد پر ہی دوں جس میں دَورِ جدید کے مفروضات شامل نہ ہوں۔ میری ساری توجہ اس بات پر مرکوز ہوتی ہے کہ بائبل مقدس کا متن کیا بیان کرتا ہے۔ میں دورِ جدید کی روایات بالکل توجہ نہیں دیتا کہ وہ متن کے بارے میں کیا بیان کرتی ہیں۔ میں اس بات کو ترجیح دیتا ہوں کہ متن سیاق و سباق کو مد نظر رکھتے ہوئے پڑھا اور سمجھا جائے۔ ہر ماہ لاکھوں سامعین بائبل مقدس پڑھنے کا طریقہ سیکھتے ہیں۔ ہر ایک ایماندار کو باقاعدگی سے سیکھنے اور دریافت کرنے کا پُرجوش تجربہ کرنا چاہئے۔ اسی لئے میں درس و تدریس کے شعبہ سے منسلک ہوں۔

پڑھنے کے لئے آپ کا بہت بہت شکریہ

تعارف

خدا کیا چاہتا ہے؟

پہلی نظر میں تو یہ سوال بہت سادہ سا معلوم ہوتا ہے، لیکن تھوڑا غور کریں تو یہ بالکل بھی سادہ اور عام سا سوال نہیں ہے۔

کیوں؟ آغاز کرنے والے قارئین کرام، آپ کو یہ جاننا ہو گا کہ کون یہ سوال کر رہا ہے۔ لوگ کئی ایک وجوہات کی بنا پر یہ سوال پوچھیں گے۔ کیا درد میں مبتلا شخص بھی غصے سے یہ سوال کر سکتا ہے؟ شاید گہری مایوسی اور افسُردگی سے سوال لب پر آتا ہے۔ کیا تجسّس کی وجہ سے سوال پوچھا جا رہا ہے۔ یا پھر محض غور و خوص کے لئے یہ سوال دل میں پیدا ہوتا ہے؟ یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ درُست جواب دینے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ سوال کیوں پوچھا جا رہا ہے۔

چونکہ میں ہی وہ شخص ہوں جو یہ سوال پوچھ رہا ہوں، اس لئے یہ بہت آسان ہے کہ اس کا واضح جواب دے دیا جائے۔ لیکن میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ کون سی چیز مجھے تحریک نہیں دے رہی۔ میں اس لئے سوال نہیں پوچھ رہا کیونکہ مجھے جواب کا علم نہیں ہے۔ مجھے اس سوال کا جواب معلوم ہے۔ درحقیقت مجھے ہر کسی کو جواب دینا آتا ہے۔ کم از کم وہی جواب جو خدا آپ میں سے ہر ایک کو انفرادی طور پر دیتا ہے۔ اور اسی طرح میں بھی مختصر طور پر یہ سوال پوچھ رہا ہوں۔ میں یہ سوال آپ سے اس لئے پوچھ رہا ہوں تاکہ آپ کے طرزِ فکر میں ایک تبدیلی پیدا کر سکوں اور آپ چند ایک اہم چیزوں کے بارے میں سوچ سکیں۔ جب میں یہ پوچھتا ہوں "خدا کیا چاہتا ہے؟" تو دراصل میں یہ پوچھ رہا ہوں "جب خدا انسانی صورت میں ہر شخص کے پاس شخصی طور پر آتا ہے تو وہ کیا چاہتا ہے؟ جب وہ میرے پاس یا میری زندگی میں آتا ہے اور آپ کے پاس اور آپ کی زندگی میں آتا ہے تو وہ کیا چاہتا ہے؟

جواب کی طرف بڑھنے سے پہلے، یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ یہ سوال بڑا مذہبی قسم کا ہے۔ دراصل خدا کے متعلق سوالات اسی زمّرے میں آتے ہیں۔ میں نے سوال کیا ہے اور میں ہی جواب دوں گا کیونکہ مجھے خدا میں دلچسپی ہے۔ لوگوں کی اکثریت کلیسیا میں دلچسپی نہ رکھنے کے باوجود خدا میں دلچسپی رکھتی ہے۔ میں پاسبان یا پادری نہیں ہوں، لیکن بائبل مقدس کے مطالعہ کے بعد میں نے خدا کی خدمت کا چناؤ کیا ہے۔ (جی ہاں ایسا ممکن ہے۔) پس میں ہی سوال پوچھنے والا ہوں، اس لئے میں تو بائبل مقدس ہی میں سے اس سوال کا جواب دوں گا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ہم سوال کے درُست جواب پر اپنی توجہ مرکوز کر سکیں گے۔ میرا مقصد اس بات کو واضح کرنا ہے کہ بائبل مقدس اس سوال کا کیا جواب دیتی ہے۔ "خدا کیا چاہتا ہے؟"

آئیں اس سوال کا جواب دیکھتے ہیں، جی ہاں جواب بہت ہی سادہ ہے۔ وہ آپ کو چاہتا ہے۔

شائد آپ یہ جواب سُن کر حیرت زدہ ہو گئے ہوں۔ شائد آپ کو اس حقیقت پر شک بھی گزر رہا ہو۔ خواہ کچھ بھی ہو، یہ جواب درُست ہے۔ درحقیقت میں نے مختصراً جواب دیا ہے۔ یہ مکمل جواب نہیں ہے۔ صرف ایک فقرے سے آپ اس جواب کی حیرت انگیز گہرائی اور اس کے مکمل مفہوم کو سمجھ نہیں سکتے۔ اس کے لئے آپ کو سیاق وسباق کی ضرورت ہے تاکہ آپ اُس محبت کی قدر و منزلت کو جان سکیں جو اِس مختصر جواب میں پنہاں ہے۔ دراصل اس جواب کے پیچھے ایک طویل، غیر معمولی اور حیرت انگیز کہانی پائی جاتی ہے۔

اس بنا پر یہ کتاب محض اس سوال کے گرد نہیں گھومتی کہ خدا کیا چاہتا ہے بلکہ یہ کتاب اُن چیزوں کا احاطہ بھی کرتی ہے جو خدا چاہتا ہے کہ آپ کے علم میں ہوں۔ جی ہاں، وہ آپ کو چاہتا ہے۔ لیکن سیاق وسباق کو جانے بغیر خدا کی محبت اور اُس کے احساسات اور جذبات کی قدر اور اُس کی تعریف و تمجید ممکن نہ ہو گی۔ مجھے اُمید ہے کہ یہ کتاب اس سلسلہ میں آپ کے لئے بڑی معاون ثابت ہو گی۔ اس کتاب کی تحریر کا یہی مقصد ہے۔

ہم خدا کی کہانی سے آغاز کریں گے۔ اس کہانی میں ایک درد، المیہ اور غم بھی پایا جاتا ہے۔ اس کے باوجود آپ اور میرے تعلق سے خدا کی سوچ اور طرزِ فکر میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ (خدا کا شکر ہو۔) جب میں کہانی بیان کر چکوں تو یہ نہ سمجھ نہ لینا کہ بس کتاب ختم ہو گئی ہے۔ اگر آپ کو کتب کے مطالعہ میں گہری دلچسپی نہیں ہے (تو آپ خوش قسمت ہیں) تو میں اس کہانی کے کچھ اہم حصوں کی گہرائی میں جاؤں گا جو کہ بہت اہم ہیں۔ مجھے اندازہ ہے کہ آپ مطالعہ جاری رکھیں گے۔ کیونکہ کہانی کے بعد بیان کی جانے والی گہری اور اہم باتیں آپ کی دلچسپی میں اضافہ کریں گی۔

اس سے پہلے کہ میں آغاز کروں میں ایک بات بڑے وثوق سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ نے کلیسیا میں اپنی زندگی کا ایک حصہ گزار دیا ہے، تو ہو سکتا ہے کہ آپ یہ سوچ رہے ہوں، مجھے کہانی کا علم ہے۔ آپ کو اِس کہانی کا علم ہے لیکن جزوی طور پر۔ میں یقینی طور پر کہہ سکتا ہوں کہ جو کہانی میں آپ کے سامنے بیان کرنے جا رہا ہوں، آپ اس کے تمام حصوں سے بخوبی واقف نہیں ہیں اور اس کہانی کا مطالعہ آپ کے لئے حیرت کا باعث ہو گا۔ بدقسمتی سے، اکثر اوقات اس کہانی کو سمجھنے میں مذہب ایک رکاوٹ بن جاتا ہے۔ بعض اوقات کلیسیائی اور تنظیمی ترجیحات کہانی سے بھی زیادہ اہمیت اختیار کر جاتی ہیں۔ لیکن یہاں پر ایسی کوئی رکاوٹ اس کہانی میں حائل نہیں ہو گی۔

مجھے اندازہ ہے کہ اس کتاب کے قارئین میں سے بعض بائبل مقدس سے واقف ہوں گے۔ مجھے پورا اعتماد ہے کہ آپ نئی صداقتوں سے روشناس ہونے والے ہیں، پرانی سچائیوں کے تعلق سے آپ نیا طرزِ فکر اور ایک منفرد فہم وادراک حاصل کرنے والے ہیں۔ اگر آپ کبھی گرجہ گھر نہیں گئے یا آپ نے بائبل کے متعلق نہیں سنا، تو یہ کتاب آپ ہی کے لئے لکھی گئی ہے۔ آپ اِس کتاب میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں دیکھیں گے جس کے تعلق سے آپ کہہ سکیں کہ آپ اُسے دوسری بار سیکھ رہے ہیں۔ یہاں پر کچھ بھی آپ کو ایسا نہیں ملے گا جسے آپ

سیکھ کر بھول جائیں۔ اس کتاب میں موجود ہر ایک بات نئی ہے۔ خدا کیا اور کیوں چاہتا ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس بات کو دریافت کر کے پُرجوش اور شادمان ہو جائیں گے۔

حصہ اوّل

کہانی

باب 1

خدا ایک خاندان چاہتا تھا

شروع میں تو مجھے اس بات کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ خدا ایک نادیدنی آسمانی باپ ہے۔ خدا خالقِ کل ہے اورانسانوں سے دُور کہیں بہت دُور رہنے والی ایک ہستی اور قوت ہے۔ میں اس بات پر ایمان رکھتا تھا کہ خدا کو میرے اور ہر ایک انسان کے تعلق سے علم ہے لیکن مجھے اس بات کا کوئی فہم و ادراک نہیں تھا کہ خدا میرے اور اس دُنیا میں موجود انسانوں کے تعلق سے کیا سوچتا ہے۔ اُس کے ہر جگہ موجود ہونے پر مجھے کوئی شک نہیں تھا۔ جس طرح کمرے میں کوئی چیز موجود ہوتی ہے، مجھے اسی طرح اُس کے ہر جگہ موجود ہونے کا قوی اور کامل یقین تھا۔ اس کی بجائے، خدا انسانوں سے قطع تعلق ہر ایک چیز کا مشاہدہ کرتا ہے اور جس کی توجہ وقتاً فوقتاً مجھے حاصل ہوتی ہے۔ (شائد اس وقت جب میں کسی مشکل میں ہوتا ہوں۔) مجھے یہ بات میرے وہم و گمان بھی نہیں تھی کہ وہ مجھے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ مجھے اِس بات کا بھی کوئی خیال نہیں تھا کہ وہ مجھے پسند کرتا ہے۔ میں تو اس حد تک ہی خدا کا قائل تھا کہ وہ ایک حقیقت ہے۔ میرے پاس اس بات کی کوئی وجہ نہیں تھی کہ میں یہ خیال کروں کہ وہ میرے خلاف ہے۔ بس خدا کے تعلق سے میرا یہی نکتہ نظر، ایمان اور طرزِ فکر تھا۔ جیسا کہ ایک مشہور معقولہ ہے۔ "آنکھ او جھل، پہاڑ او جھل"

مجھے خدا کے تعلق سے بہت کچھ سیکھنے کی ضرورت تھی۔ چونکہ میں اُس کا متلاشی نہیں تھا، اس لئے میرا یہی گمان تھا کہ وہ بھی میرا متلاشی نہیں ہے۔ اگر کوئی مجھ سے پوچھتا، تو میرا خیال ہے کہ میں یہی کہتا کہ خدا کے پاس کرنے کے لئے اور بہت سے اچھے کام ہیں۔ میں یہی سمجھتا تھا کہ میں کچھ بھی ایسا (بُرا یا بھلا) نہیں کر رہا کہ خدا کی توجہ حاصل کر سکوں۔

میں غلط تھا، خدا میرا متلاشی تھا۔ مجھے اس بات کا علم ہی نہیں تھا۔ مجھے معلوم ہے کہ کس طرح خدا نے مجھے حاصل کر لیا کیونکہ یہ اُس کی فطرت میں شامل ہے کہ وہ ہمیں ڈھونڈے۔ ہم انسان اُس کی توجہ کا مرکز و محور ہیں۔

ہمیں خدا کے تعلق سے ان سب باتوں کا کیسے علم ہوتا ہے؟ (میں بار بار یہ سوال پوچھوں گا، پس اس سوال کا جواب تلاش کریں) آئیں

اسی طرح کے ایک سوال سے شروع کرتے ہیں، یہ ہماری فطرت کی ایک عام سی خاصیت ہے، کہ ہم اُن چیزوں کا بہت خیال رکھتے ہیں جن کو ہم خود بناتے ہیں، بالخصوص اگر کسی چیز کے بنانے میں بڑی محنت اور وقت لگا ہو۔ یا پھر وہ چیز بڑی سوچ و بچار کے بعد وجود میں آئی ہے۔ ہم اُس وقت بہت زیادہ خفگی اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں جب کوئی شخص اُس چیز کا تمسخر اُڑائے، اُسے حقیر جانے یا خراب کر دے۔ یا پھر کوئی

شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ چیز اُس شخص نے بنائی ہے، وہ اُس کی ملکیت یا اُس کا کارنامہ ہے یا پھر اُس کی تخلیقی سوچ کا نتیجہ ہے۔ ایسا طرزِ فکر ایک معمول کی بات ہے۔

ہم اس لئے ایسا سوچتے ہیں کیونکہ ہم خطاکار ہیں۔ ہم اپنے آپ سے آگاہ ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص کی ایک باطنی زندگی ہے، ہمارا ذہن بھی ایک زندگی رکھتا ہے۔ ہم جو کچھ چاہتے ہیں، اُن چیزوں سے لطف اندوز ہونے کے لئے اپنی ذہانت کو استعمال کرتے ہیں۔ ہم کبھی بھی ایسی چیزیں نہیں چاہتے جو ہمارے لئے درد، رنج، تکلیف یا پھر کسی بھی قسم کے نقصان کا باعث ہوں۔ ہم ہر قدم ایک ارادے اور مقصد کے تحت اٹھاتے ہیں، ہم بلا مقصد اور بغیر سوچے سمجھے کچھ بھی نہیں کرتے۔ ہماری عقل اور ذہانت کسی بھی طرح کے اقدام کے لئے ہماری رہنما اور رہبر ہوتی ہے۔

اس سلسلہ میں کئی ایک مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں کہ کیوں بے شمار وجوہات کی بنا پر یہ ہدف پر ہے۔ حتیٰ کہ وہ چیزیں جن کے بارے میں ہم سوچتے ہیں وہ بڑی کم اہمیت کی حامل ہوتی اور غیر ارادی طور پر ہو جاتی ہیں۔ اور اُن کے پیچھے کسی نہ کسی دلیل کا ہاتھ ہوتا ہے۔ ہم اپنے دانتوں کو برش اس لئے کرتے ہیں کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے دانتوں میں کیڑا لگے یا ہماری سانس بدبودار ہو۔ ہم صبح سویرے اس لئے بستر سے اُٹھ جاتے ہیں کیونکہ ہم اپنی ملازمت سے ہاتھ نہیں دھونا چاہتے۔ (کیونکہ ہمیں اپنی زندگی میں کئی ایک چیزوں سے لطف اندوز ہونے کے لئے روپے پیسے کی ضرورت ہوتی ہے۔) ہم دائیں جانب کی بجائے بائیں جانب مڑتے ہیں کیونکہ ہمیں کسی خاص سمت میں جانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے موقعوں پر شاید ہم وہ کچھ کریں جو غیر منطقی ہو (کسی شوق کو سوشل میڈیا پر متحرک کرنا، جو شاید اُسے دیکھے بھی نہ یا اُس کی کچھ پرواہ نہ کرے) پھر بھی ہم کرتے ہیں کیونکہ ہم اس سے کچھ مطلوبہ نتیجہ کی توقع کرتے ہیں۔ (ہم دُوسروں سے بہتر نظر آنا چاہتے ہیں یا پھر اُنہیں کوئی سبق سکھانا چاہتے ہیں۔) حتیٰ کہ جب ہم کوئی ناخوشگوار کام کرتے ہیں، تو بھی ہم یہ سوچ رہے ہوتے ہیں کہ اس سے ہمیں کسی نہ کسی طور پر فائدہ ہو گا۔ ہم کیوں کھانے پینے میں بھی پرہیز اختیار کرتے ہیں؟ کیونکہ ہم فطری طور پر ایک بامقصد زندگی کے حامل ہیں نہ کہ بے مقصد زندگی رکھتے ہیں۔ ایک بار پھر، ان سب چیزوں کا متضاد ایک نفسیاتی یا جذباتی بے قاعدگی کا اشارہ دے گا۔

بائبل مقدس کا خدا ایسی تصویر پیش کرتا ہے۔ خدا جو کچھ بھی کرتا ہے وہ اس سے لطف اندوز ہونے کے لئے کرتا ہے۔ خدا نے بنی نوانسان کو اس لئے خلق نہیں کیا تھا کہ اُسے کسی چیز کی کمی تھی۔ وہ تنہا نہیں تھا۔ نہ ہی وہ نامکمل اور ادھورا تھا اور نہ ہی اُسے کسی کی رفاقت کی ضرورت تھی۔ خدا کو کچھ بھی درکار نہیں تھا۔، کیونکہ وہ کامل خدا ہے۔ اُس نے کائنات اور اُس کی معموری کو اس لئے خلق کیا کیونکہ وہ اپنے ہاتھوں کے کاموں سے لطف انداز ہونا چاہتا تھا۔،، خدا اُن چیزوں کی خاص طور پر فکر کرتا ہے جو اُس نے اپنی مانند بنائی ہیں۔ جیسا کہ بائبل مقدس بیان کرتی ہے "اپنی صورت اور شبیہ پر" (پیدائش 1 باب 26 آیت) اور یہ میں اور آپ ہیں جنہیں خدا نے اپنی صورت اور شبیہ پر پیدا کیا ہے۔

ہماری کہانی کا آغاز

ہماری کہانی۔۔ کہ خدا ہمیں کیوں چاہتا ہے، اس کا آغاز بائبل کے ایک خیال سے ہوتا ہے اور وہ یہ کہ خدا ہمارا خالق اور مالک ہے۔ اگرچہ ہم خدا اور اُس کے خیالوں اور اُس کی راہوں کو پورے طور پر سمجھ نہیں سکتے۔ لیکن ایک یقینی اور قطعی بات یہ ہے کہ ہم اس لئے اس زمین پر زندہ اور موجود ہیں کیونکہ یہ خدا کی مرضی اور ارادہ ہے کہ ہم اس جہاں میں موجود ہوں۔ خدا بے مقصد کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ وہ سب کچھ ایک مقصد کے تحت کرتا ہے۔ جب اُس نے بنی نوع انسان کو خلق کیا تو وہ اپنی کسی کمی کو پورا نہیں کر رہا تھا۔ اُسے ہماری ضرورت نہیں تھی تو بھی اُس نے ہمیں پیدا کیا۔ اُس نے ہمیں کیوں کر خلق کیا؟ اس کی ایک ہی وجہ ہے۔ خدا ہمارے وجود اور موجودگی سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اُس نے ہمیں خلق کیا ہے۔ (ردِ عمل کے طور پر خدا یہ چاہتا ہے کہ ہم بھی اس سے لطف اندوز ہوں۔)

چونکہ خدا نے ہمیں خلق کیا ہے، اس لئے بائبل مقدس اُسے ہمارا "باپ" بیان کرتی ہے۔ یوں آدم کی نسل سے پیدا ہونے والے تمام بنی نوع انسان خدا کے بچے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بائبل مقدس خدا اور اُس کے ہمارے ساتھ تعلق اور رشتے کو بیان کرنے کے لئے خاندان کی اصطلاح استعمال کرتی ہے۔ یہ سب کچھ محض حادثاتی طور پر نہیں ہو گیا۔

خاندان کی اصطلاح کو پورے طور پر سمجھنے کے لئے، ہمیں اس سے پیچھے اُس وقت کی طرف جانا پڑے گا جب خدا نے زمین اور اس پر بنی نوع انسان کو خلق کیا تھا۔ شاید آپ کے لئے یہ بات حیرت کا باعث ہو، خدا اُس وقت بھی تنہا نہیں تھا۔ ہمارے پاس اس کا ایک ٹھوس ثبوت ہے کہ خدا نے اپنی تنہائی کو ختم کرنے کے لئے ہمیں خلق نہیں کیا تھا۔

بائبل مقدس بیان کرتی ہے کہ ہمیں خلق کرنے سے پہلے خدا نے ہم سے قطعی مختلف ذہین مخلوق خلق کر لی تھی۔ بائبل مقدس اُنہیں "خدا کے بیٹے" بیان کرتی ہے۔ ہم اُنہیں فرشتگان کہتے ہیں۔ عہدِ عتیق میں ایوب کی کتاب ہمیں "خدا کے بیٹوں" کے خوشی سے للکارنے کے بارے میں بتاتی ہے۔ جب خدا نے زمین کی بنیاد رکھی (ایوب 38 باب 4 تا 7 آیت) تو وہ اُس وقت پہلے سے موجود تھے اور یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔

"خدا کے بیٹے" اس چھوٹے سے جملہ پر غور کریں۔ "بیٹے" اس عبرانی اصطلاح کا ترجمہ خاص طور پر "بچے" کیا گیا ہے۔ "خدا کے بچے" اس اصطلاح کا کیا مفہوم ہے؟

خاندان

"بچے" ایک ایسی اصطلاح ہے جو آپ اُس وقت استعمال کرتے ہیں جب خاندان کی بات ہو رہی ہو۔ ایوب 38 باب 4 تا 7 آیت کے مطابق خاندان آسمانی یا مافوق الفطرت ہے۔ خُدا اُس ذہین مخلوق کا باپ ہے جسے اُس نے نادیدنی عالم میں خلق کیا تھا۔

یسعیاہ 63 باب 16 آیت۔ 64 باب 8 آیت۔ لوقا 3 باب 38 آیت۔ اعمال 17 باب 28 اور 29 آیت، رومیوں 1 باب 7 آیت۔ 1 کرنتھیوں 1 باب 3 آیت۔ پیدائش 3 باب 16 آیت۔ 30 باب 26 آیت اور 31 باب 43 آیت)

یہ حقیقت کہ خدا کے پاس پہلے ہی سے ایک مافوق الفطرت خاندان تھا، ہمیں آدم اور حوا کی تخلیق (بحوالہ پیدائش کی کتاب) کے مقصد کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔ خدا اپنے مافوق الفطرت خاندان کے علاوہ بھی ایک خاندان کا خواہشمند تھا۔ ایک ناقابلِ یقین انداز میں باغ عدن کی کہانی ہمیں بتاتی ہے کہ خدا کی یہ مرضی تھی کہ اُس کے یہ دونوں گھرانے اُس کی حضوری میں اکٹھے مل کر رہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فرشتگان کی طرح بنی نوع انسان کو خدا کی حضوری میں کامل طور پر رہنے کے لئے خلق کیا گیا تھا۔

.لیکن ہم سب یہ کیسے جانتے ہیں؟ (میں پھر سیاق وسباق کی طرف جاؤں گا) آئیں غور کریں

بائبل مقدس کی پہلی کتاب، پیدائش کا آغاز کائنات اور انسان کی تخلیق سے ہوتا ہے۔ انسان کو پیدا کرنے سے قبل خدا نے بہت سی چیزیں خلق کرلی تھیں اس سے پہلے کہ آدم اور حوا اس کہانی کا حصہ بنتے۔ خدا نے پودے، حشرات، پرندے اور زمین پر چلنے پھرنے والے جانور پیدا کئے۔ ان میں سے کوئی بھی مخلوق خدا کے ساتھ تعلق اور رشتہ رکھنے کی اہلیت نہیں رکھتی تھی۔ ان میں سے کسی میں بھی خدا سے بات چیت کرنے کی قابلیت موجود نہ تھی۔ نہ تو یہ مخلوقات خدا کے ساتھ اپنے دل کی بات اور نہ ہی کسی طور پر اپنے خیالات کا اظہار کرسکتی تھی۔ نہ ہی اُن میں خدا کی نعمت وبرکات کے لئے اُس کی شکرگزاری اور ستائش کرنے کا جذبہ اور احساسات موجود تھے۔ ایک خاندان کے لوگوں کا آپس میں ایک دوسرے سے تعلق اور رشتہ ہوتا ہے۔ وہ ذہنی اور جذباتی سطح پر آپس میں ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں ایک بندھن قائم ہوجاتا ہے اور وہ ایک دوسرے کے بغیر خالی پن محسوس کرتے ہیں۔ اگرچہ پودے اور جانور بہت ہی خوشنما دکھائی دیتے ہیں لیکن وہ بچوں کا کردار تو ادا نہیں کرسکتے۔ وہ خاندان کا حصہ نہ تھے۔ یہی تو خدا چاہتا تھا۔ اُسے اپنی مانند کوئی مخلوق خلق کرنے کی ضرورت تھی۔

خدا کی صُورت اور شبیہ والی شخصیت

جب خدا اس زمین کو ہر طرح کے پودوں اور جانوروں سے معمور کرچکا تو اب بھی اُسے کام کرنے کی ضرورت تھی۔ خدا نے "اپنی صُورت اور شبیہ پر" ایک مخلوق تخلیق کرنے کا چناؤ کیا۔ (پیدائش 1 باب 27 آیت) اسی مخلوق نے اس زمین پر اُس کا خاندان ہونا تھا۔

"خدا کی صورت اور شبیہ" بائبل مقدس میں ایک اہم تصور اور خیال ہے۔ بنی نوع انسان کو خدا کی صورت اور شبیہ کی مانند ہونے کے لئے خلق کیا گیا تھا۔ اگر آپ خدا کی "شبیہ" کو ایک فعل کے طور پر دیکھیں تو آپ درُست نکتہ اور خیال کو سمجھنے کے قریب تر ہوجائیں گے۔ ہمیں خدا کی صورت اور شبیہ پر پیدا کیا گیا ہے۔ اُس کی شبیہ اور صُورت پر، اُس کی خوبیاں ظاہر کرنے والی مخلوق۔

خدا کی صورت اور شبیہ کا کیا مطلب ہے؟ (پیدائش 1 باب 27، 28 آیت میں ہمیں اس سوال کا جواب مل جاتا ہے۔

" اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا، خدا کی صورت پر اُس کو پیدا کیا۔ نر و ناری اُن کو پیدا کیا۔"

خدا اپنے طور پر بھی اس کائنات کی دیکھ بھال کر سکتا تھا، وہ تو خدا ہے۔ کوئی کام بھی اُس کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔ لیکن اس کی بجائے خدا نے زمین پر رہنے کے لئے ایک خاندان تخلیق کیا۔ اُس کے بچوں نے اُس کے کام کی ذمہ داری سنبھالنی تھی۔ اُنہوں نے ہی اُس کائنات کے انتظام و انصرام کو سنبھالنا تھا۔ اُنہیں خدا کے قائم مقام اور شریک کار ہونا تھا۔ خدا کی صورت اور شبیہ پر ہونے کا مطلب اس زمین پر خدا کی نمائندگی کرنا ہے۔ خدا نے بنی نوع انسان کو ایک اچھا کام دیا۔ ایسا کام جو وہ بہتر طور پر خود بھی کر سکتا تھا۔ لیکن وہ چاہتا تھا کہ اُس کے بچے بھی اُس کے کام میں اُس کے شریک کار ہوں۔ خدا کے کاروبار کو خاندانی کاروبار ہونا تھا۔ عدن محض خدا کا گھر نہیں تھا۔ بلکہ یہ خدا کا گھر ہونے کے ساتھ ساتھ اُس کا دفتر بھی تھا۔ ہمیں خدا کے ساتھ کام کرنے والوں کی حیثیت سے تخلیق کیا گیا ہے۔

خدا نے اس بات کو یقینی بنایا کہ وہ انسان جو اُس نے اپنے ہاتھوں سے خلق کیا ہے وہ اس زمین پر اُس کی ہو بہو تصویر ہونے کی ذمہ داری سر انجام دے سکے۔ یعنی ایسی مخلوق جو اس زمین پر اس کی خوبیاں ظاہر کر سکے۔ اُس نے اپنی خصوصیات اور اوصاف اُس میں رکھے۔ (خدا کی لیاقتیں اور خوبیاں، ذہانت اور تخلیقی صلاحیتیں) بائبل مقدس بیان کرتی ہے کہ بنی نوع انسان خدا سے کچھ ہی کم تر ہے۔ اُس نے ہمیں اپنی مانند ہونے کے لئے خلق کیا ہے۔ پس ہم اس دنیا میں اُس کے ساتھ کام کرنے اور اُس کے ساتھ حکمرانی کرنے والوں کے طور پر شریک کار ہو سکتے ہیں

خدا کی صورت اور شبیہ پر ہونے کا تصور کئی لحاظ سے بہت اہم ہے۔ اس سے ہم میں سے ہر ایک کو ایک محفوظ اور گہری شناخت اور پہچان حاصل ہوتی ہے۔ خدا کی یہ بنیادی خواہش تھی کہ بنی نوع انسان اُس کے فرزند اور اُس کے کام میں اُس کے شریک کار ہوں۔ خدا اس طور سے لوگوں پر نظر کرتا ہے۔ ہمیں بھی لوگوں کے تعلق سے ایسا ہی نکتہ نظر، اور طرزِ فکر اپنانا چاہئے۔ خدا چاہتا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک دوسرے کو اپنا عزیز اور خونی رشتہ دار سمجھے۔ کیونکہ ہم میں سے ہر ایک خدا کی صورت اور شبیہ پر ہے جنہیں خدا اپنے خاندان میں رکھنا چاہتا ہے۔ نسل پرستی، جبر و تشدد، حرص و ہوس، دھوکہ دہی اور ظلم و زیادتی یہ سب کچھ خدا کے منصوبے کا حصہ نہیں تھا جسے خدا نے بنی نوع انسان کے لئے تشکیل دیا تھا۔ یہ تو بغاوت اور گناہ کا خمیازہ ہے۔ خدا کو گناہ کے اس کام سے نفرت ہے جو گناہ نے اُس کے اُن لوگوں کے ساتھ کیا ہے جن سے خدا محبت رکھتا ہے۔ یہ سب کچھ ہمیں یاد رکھنے کی ضرورت ہے، بالخصوص جب ہم اپنی اور دوسروں کی اخلاقی ناکامیوں کو دیکھیں۔

خدا کی صورت اور شبیہ پر ہونے سے ہمیں ایک مقصدِ حیات بھی حاصل ہوتا ہے۔ ہماری زندگی کا ایک نصب العین ہے۔ ہر ایک شخص کا خواہ کوئی چھوٹا، کمزور ہو یا مختصر زندگی جئے، اُسے کسی دوسرے کی زندگی میں کوئی نہ کوئی کردار ادا کرنا ہوتا ہے۔ ہر وہ کام جس پر ہم اپنی توجہ مرکوز کرتے ہیں، اس سے خدا کو عزت اور جلال ملتا ہے اور ہمارے ساتھی جو خدا کی صورت اور شبیہ پر ہیں وہ روحانی بلاوے میں شریک ہو جاتے

ہیں۔ خدا کے ذہن میں، ایک پاسبان، خادم یا کوئی بھی مسیحی کارکن اپنی بلاہٹ میں کسی بھی دوسرے سے مقدم یا کم تر نہیں ہے۔ ہمارا طرزِ زندگی دوسروں کے لئے (جو خدا کی صورت اور شبیہ پر ہیں) باعثِ برکت ہوتا ہے، کیا ہماری زندگی اُنہیں زندگی کے معنی اور مفہوم بتاتی اور اُنہیں یاد دلاتی ہے کہ وہ خدا کے ساتھ ہم آہنگ زندگی بسر کریں اور ہر صورت میں خدا کی مانند ہوں یا پھر ہمارا طرزِ زندگی اُن کے لئے باعثِ لعنت ہوتا ہے۔ جی ہاں، ہمارا طرزِ عمل دوسروں کی زندگیوں پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ اور اکثر اوقات یہ اثرات معمولی اور محسوس نہ ہونے والے انداز میں مرتب ہوتے ہیں۔

اسی لئے تو میں نے اپنے ابتدائی سوال کا جواب اس طرح سے دیا ہے۔ خدا کیا چاہتا ہے؟ وہ آپ کو چاہتا ہے۔ وہ ایک خاندان چاہتا ہے۔ وہ اپنے ساتھ مل کر کام کرنے والے انسان چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ آپ اُس کے شریک کار بن جائیں۔ آپ اس بات کو جانیں کہ آپ کون ہیں اور آپ کی زندگی اُس کی نگاہ میں کیوں کر گراں قدر ہے۔

تاہم یہ تو محض آغاز ہے۔ ابھی اس کہانی کا بہت سا حصہ باقی ہے۔ ہمارے جہاں میں زندگی اور حتیٰ کہ اپنے ہی گھر میں، خدا کی رویا کے مطابق سب کچھ نہیں ہیں۔ کچھ تو ایسا ہوا جس سے سب کچھ تباہ ہو کر رہ گیا۔ اس صورتحال سے خدا بہت افسُردہ اور رنجیدہ خاطر ہوا۔

باب 2

خدا اَب بھی خاندان چاہتا تھا

گزشتہ باب میں، میں نے اس نکتہ کو واضح کیا کہ خدا نے لوگوں کو اپنی لیاقتیں، برکات اور نعمتیں عطا کی تا کہ وہ اس زمین پر اُس کی نمائندگی کریں، اُس کی شبیہ اور صورت کو ظاہر کریں۔ اگرچہ یہ سب کچھ بہت ہی خوبصورت اور زبردست تھا تاہم اس مقام پر سب کچھ بہت دلچسپ مگر دحشت ناک بن گیا، خدا کا ایک وصف آزاد مرضی تھا۔ جسے اکثر آزاد مرضی کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ اگر آپ کبھی اس بات پر حیرت زدہ ہوئے ہیں کہ اس دُنیا میں بدی کیوں کر موجود ہے تو بائبل مقدس اس سوال کا یہ جواب پیش کرتی ہے۔

پہلی بغاوت

جب خدا نے اس بات کا چناؤ کیا کہ وہ اپنے بچوں کو اپنی لیاقتیں، صلاحیتیں، نعمت و برکات عطا کرے، تو اُسے اس بات کا علم تھا کہ اس کا کیا مقصد ہے۔ خدا سب کچھ جانتا ہے۔ اس لئے اُسے بخوبی علم تھا کہ کیا واقع ہو گا۔ خدا نے اس سے قبل آسمانی خاندان کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی کرنے کا چناؤ کیا تھا۔ آسمانی خاندان کے لوگوں میں بھی قابلیت اور صلاحیت پائی جاتی تھی، اُنہیں بھی آزاد مرضی حاصل تھی۔ اُنہیں خالق خدا کی طرف سے یہ نعمتیں عطا ہوئی تھیں۔

خدا کو علم تھا کہ جلد یا بہ دیر اُس کی نعمتوں اور صلاحیتوں کا غلط استعمال ہو گا۔ اُسے اس بات کا علم تھا کہ اگرچہ اُس کے بچے (روحانی عالم میں یا پھر زمین پر) اُس کی مانند تھے۔ لیکن وہ خدا نہیں تھے۔ وہ اُس سے کم تر تھے۔ وہ ناکامل تھے۔ جبکہ خدا تو کامل ہے۔ ایک مقام پر (یا پھر ایک سے زیادہ نکات پر) اُس کے بچے یا تو بڑی ہولناک قسم کی غلطی کریں گے یا پھر وہ بے سوچے سمجھے اپنے ذاتی مفاد کے لئے کوئی قدم اُٹھائیں گے۔ اُس کے خلاف بغاوت کریں گے، یعنی جو کچھ خدا چاہتا ہے کہ وہ کریں، وہ اُسے کرنے سے انکار کریں گے، یا پھر جو خدا چاہتا ہے کہ وہ نہ کریں وہ ضرور کریں گے۔

باغِ عدن میں بالکل ایسا ہی ہوا۔ آدم اور حوا نے بغاوت کر ڈالی۔ اُنہوں نے خدا کے حکم سے سرکشی کی جو اُس نے اُنہیں باغ عدن میں پھل نہ کھانے کے تعلق سے دیا تھا۔ وہ گناہ کر بیٹھے اور خدا کے حضور سے ملنے والی ابدی زندگی کھو دی۔ اس کے بعد پیدا ہونے والا ہر ایک انسان

عدن سے باہر پیدا ہونے کی بنا پر خدا سے نا آشنا تھا۔ پولس رسول نے اس کو بڑے اچھے انداز اور اختصار سے یوں بیان کیا ہے۔ "گناہ کی مزدوری موت ہے۔" (رومیوں 6 باب 23 آیت)

یہ وہ المیہ تھا جو ابتدائی بغاوت سے پیدا ہوا۔ خدا کے مافوق الفطرت بچوں میں سے ایک نے خدا کے فیصلے کو بے قدر جانا۔ وہ سانپ کی صورت میں حوا کے پاس آیا۔ (پیدائش 3 باب 1 تا 7 آیت) بائبل مقدس سانپ کو شیطان یا ابلیس کے طور پر بیان کرتی ہے۔ (مکاشفہ 12 باب 9 آیت) وہ حوا کو گناہ میں گرانے اور پھنسانے میں کامیاب تو ہو گیا لیکن پھر بھی ناکام ہی رہا۔ کیونکہ وہ بنی نوع انسان سے مستقل طور پر چھٹکارا حاصل نہ کر سکا۔

یہاں پر کچھ گہری صداقتیں پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے پہلی صداقت اِس سوال کا جواب دیتی ہے جو ہر ایک شخص زندگی کے کسی نہ کسی مقام پر پوچھتا ہے۔ اس دُنیا میں بدی کیوں ہے؟ اس دُنیا میں بدی اس لئے موجود ہے کیونکہ خدا نے اپنی مانند مخلوقات خلق کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ میں قطعاً اس بات پر یقین نہیں رکھتا کہ خدا میں بدی کا کوئی عنصر پایا جاتا ہے۔ اس کی بجائے، میں تو اس بات کو یوں سمجھتا ہوں کہ خدا نے انسانی جسم میں روبوٹ یا ایسے کمپیوٹرائزڈ انسان پیدا کرنے سے انکار کیا جن میں پہلے سے ہر ایک پروگرام انسٹال کیا گیا ہو اور وہ خود کار آلات کی طرح کام کریں۔

آخری نکتہ اہم ہے۔ ہمیں واقعی مستند طور پر اُس کی مانند ہونا تھا۔ اگر ہم میں آزاد مرضی نہ ہوتی تو ہم کسی طور پر بھی خدا کی مانند یا اُس کی صورت اور شبیہ پر نہ ہوتے۔ خدا روبوٹ نہیں ہے۔ اور ہم اُس کی مانند ہونے کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ کامل یا حقیقی آزاد مرضی کے بغیر، ہم کامل طور پر خدا سے محبت نہیں کر سکتے اور نہ ہی دل سے اُس کی تابعداری اور فرمانبرداری میں زندگی بسر کر سکتے تھے۔

اگر فیصلہ جات پہلے ہی سے طے کر لئے جائیں تو وہ حقیقی فیصلے نہیں ہوتے۔ ایسے فیصلہ جات جیسا کہ محبت اور فرمانبرداری کرنا یہ اصلی اور حقیقی ہونے چاہئے۔ اصل فیصلے وہی ہوتے ہیں جو کسی بھی حقیقی اور ممکنہ متبادل کے خلاف کئے جاتے ہیں۔

اس سب کچھ کا نتیجہ یہ ہے کہ بدی اس لئے موجود ہے کیونکہ لوگوں نے خدا کی عطا کردہ اعلیٰ ترین نعمت یعنی آزاد مرضی کا استعمال اپنے ذاتی مفادات کے پیشِ نظر غلط طور پر کیا۔ انتقام، دھوکہ دہی اور آزاد مرضی کا غلط استعمال باغِ عدن میں شروع ہوا تھا۔

لیکن یہ سب کچھ خدا کے لئے حیرت اور تعجب کا باعث نہ تھا۔ اُسے توقع تھی کہ بدی واقع ہو گی۔ اُس نے ہونے والے واقعات کو پہلے ہی سے دیکھ لیا تھا اور اُس کے مطابق اُس نے منصوبہ سازی بھی کر لی تھی۔ خدا نے بغاوت کرنے پر اپنے بچوں کو نیست و نابود نہ کیا۔ اس کی بجائے اُس نے اُنہیں معاف کر کے چھڑایا۔ بائبل مقدس اس بات کو واضح کرتی ہے کہ خدا نے پیش آنے والے واقعات کو دیکھا اور معافی اور نجات کا منصوبہ پہلے سے تیار کر لیا۔ یہ سب کچھ بغاوت کے وقوع پذیر ہونے سے قبل طے پا گیا تھا۔ "بنائے عالم سے پیشتر" (افسیوں 1 باب 4 آیت۔ عبرانیوں 9 باب 26 آیت 10 باب 7 آیت۔ 1 پطرس 1 باب 20 آیت)

نجات کے منصوبے کا یہ تقاضا تھا کہ خدا انسان بن جائے۔ ہم بہت جلد کہانی کے اس پہلو کی طرف متوجہ ہوں گے۔ کچھ باغِ عدن میں ہوا تھا اُس کے لئے قیمت چکانا تھی۔ خدا نے اپنی حضوری سے آدم اور حوا کو نکال دیا۔

(اور اُن کی نسلوں کو بھی) باغِ عدن باقی نہ رہا۔ خدا باپ کے ساتھ ابدی زندگی بسر کرنے کی بجائے، اب بنی نوع انسان موت کے منتظر رہنے لگے۔ (رومیوں 5 باب 12 آیت) یوں انسان زندگی کے منبع یعنی خدا سے الگ ہو گیا۔ بالآخر مالک اور خالق خدا نے ہی اس کی قیمت چکائی۔

اس کے نتیجہ میں خدا نے اپنے بچوں کو اپنے گھر سے نکال دیا۔ دشمن بنی نوع انسان کو تباہ و برباد کرنے کا عزم کئے ہوئے تھا لیکن سب کچھ اُس کی منصوبہ سازی کے متضاد ہی ہوا۔ انسانی خاندان کے تعلق سے خدا اپنے منصوبے کو ترک نہیں کر رہا تھا۔ لیکن بغاوت کا خمیازہ بھی بھگتنا پڑتا ہے۔ خدا نے شیطان کو بھی سزا دی جو خدا کی دُنیا میں موت لے کر آیا تھا، وہ عالمِ ارواح کا مالک بن گیا جسے بعد ازاں جہنم کے طور پر جانا اور پہچانا جانے لگا۔

خدا اپنے منصوبہ سے دستبردار نہ ہوا

شاید اس نکتہ پر آپ حیرت زدہ ہوں کہ خدا نے انسانی خاندان پیدا کرنے کے منصوبہ کو ترک کیوں نہ کر دیا۔ الغرض خدا نے یہ جانتے ہوئے بھی آزاد مرضی دی کہ اس کا نتیجہ گناہ کی صورت میں نکلے گا اور بنی نوع انسان، ظلم و تشدد، خود غرضی اور کئی ایک قباحتوں کا شکار ہو کر مسائل و مصائب کی زندگی گزاریں گے۔ شاید آپ اپنے دُکھوں یا پھر اپنے اردگرد کے لوگوں کی مشکلات اور مسائل دیکھ کر یہی چاہیں کہ کاش خدا نے سب کچھ تباہ و برباد کر دیا ہوتا!

آپ یقین کریں یا نہ کریں۔ خدا بھی یہ سب کچھ محسوس کرتا ہے۔ جو بدی آپ دیکھتے ہیں خدا آپ سے کہیں زیادہ دیکھتا ہے۔ اب کچھ بھی اُس طور پر نہیں جس طرح خدا نے سب کچھ تشکیل دیا تھا۔ لیکن، آپ کہیں گے، وہ تو خدا ہے۔ وہ ہر ایک چیز کے خلاف فیصلہ سنا سکتا ہے۔ یہ بات اس قدر سادہ نہیں ہے۔ اس پر غور کریں۔ خدا صرف اسی صورت میں ہمارے اس جہاں سے بدی کا خاتمہ کر سکتا ہے اگر وہ اُن سب کو نیست و نابود کر دے جو بدی کرتے ہیں۔ بالفاظ دیگر، اگر خدا ہمیں صفحہ ہستی سے مٹا ڈالے تو پھر ہی وہ بدی کا خاتمہ کر سکتا ہے۔ بائبل مقدس بیان کرتی ہے سب نے گناہ کیا (رومیوں 3 باب 10 تا 12 آیت) اور خدا کے جلال سے محروم ہیں۔ (رومیوں 3 باب 23 آیت) یقینی بات ہے کہ خدا ایسا کر سکتا تھا۔ لیکن اُس نے ایسا نہ کیا۔ وہ بنی نوع انسان سے محبت کرتا ہے۔

اس سے ایک حیرت انگیز سچائی منظر عام پر آتی ہے۔ اور وہ یہ کہ اگرچہ خدا کو علم تھا کہ اگر اُس نے ہمیں اپنی مانند بنا دیا تو بالآخر خدا اس نتیجہ پر پہنچے گا "بہتر یہی ہے کہ انسانی خاندان رکھنے کے ارادہ کو ترک کر دیا جائے۔" خدا گناہ اور اس دُنیا میں اس کے ہولناک نتائج کو دیکھتا ہے۔ اُسے اس تباہی اور بربادی کے پیچھے کا فرمانا سُور کا بھی علم ہے۔ اُسے یہ سب کچھ دیکھ کر دُکھ بھی ہوتا ہے۔ خدا کو اپنے بچوں سے اس قدر گہری

محبت ہے کہ وہ اپنے اصل منصوبے سے پیچھے نہیں ہٹے گا۔ خدا کے پاس ایک ہی منصوبہ ہے، کوئی اور دوسرا منصوبہ نہیں ہے۔ اگرچہ خدا نے بنی نوع انسان کی بغاوت کو پہلے سے دیکھ لیا تھا جو باغِ عدن میں واقع ہوئی تھی، اُسے اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے گناہوں اور ناکامیوں کا بھی علم تھا۔ خدا پھر بھی بنی نوع انسان کا خاندان چاہتا ہے۔

جو کچھ باغِ عدن میں ہوا وہ سب تو کہانی کا آغاز ہے۔ خدا نے آدم اور حوا کو اپنے گھر سے نکال دیا تھا۔ (پیدائش 3 باب 22 تا 24 آیت) اُس نے شیطان پر لعنت کر کے (پیدائش 3 باب 14 تا 15 آیت) اُسے بھی اپنی حضوری سے نکال دیا۔ (یسعیاہ 14 باب 12 تا 15 آیت، حزقی ایل 28 باب 16 آیت) یہ پیغام بڑا زبردست اور سادہ تھا۔ ہر کسی کو بغاوت کی سزا ملنا تھی۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ ہر کسی کو اس پیغام کا فہم و ادراک حاصل ہوا ہو گا۔ ایسا بالکل بھی نہیں ہوا۔ حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے۔

دوسری بغاوت

آپ نے یہ تو کئی بار سنا ہو گا کہ بائبل مقدس تعلیم دیتی ہے کہ باغِ عدن میں انسان کے گناہ میں گرنے کے سبب سے اس دُنیا میں بدی اور گناہ داخل ہوا اور پھر بڑھتا چلا گیا۔ یہ بات جُزوی طور پر دُرست اور سچ ہے۔ باغِ عدن میں یہ المیہ واقع ہونے کے بعد، دو مزید واقعات ایسے ہوئے جنہوں نے بنی نوع انسان کو مزید زوال اور گراوٹ کے اندھیروں میں دھکیل دیا۔

پہلا المیہ تو پیدائش 6 باب 1 تا 4 آیت میں بیان کیا گیا ہے جو کہ بائبل مقدس میں ایک عجیب سا واقعہ ہے۔ (،میں نے اِس موضوع پر ایک مکمل کتاب تصنیف کی ہے) کہانی کچھ اس طرح سے ہے کہ کس طرح خدا کے مافوق الفطرت بچے (خدا کے بیٹے) اپنی مانند بچے پیدا کر کے خدا کی نقل کرنا چاہتے تھے۔ اُنہوں نے انسانی عورتوں کو استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔ (آدم کی بیٹیاں) اس مقصد کو پایہ تکمیل پہنچانے کے چکر میں وہ خدا کے مخالفین بن گئے جو کہ اُن کا آسمانی باپ تھا۔ بجائے اس کے کہ وہ خدا کی اس خواہش پر مسرت اور خوشی کا اظہار کرتے کہ خدا بنی نوع انسان کو اپنے خاندان کا حصہ بنانا چاہتا ہے، اُنہوں نے فیصلہ کیا اپنے جیسے انسانوں پر حکمرانی کریں۔ خدا کسی طور پر بھی یہ نہیں چاہتا تھا۔ خدا اپنے لئے ایک خاندان چاہتا تھا نہ کہ غلام۔

اِن "گناہ کرنے والے فرشتگان" (2 پطرس 2 باب 4 آیت) نے آسمان اور زمین کے درمیان حائل کی گئی حد عبور کر دی۔ انہوں نے اپنے اختیار کو قائم نہ رکھا۔ (یہوداہ 6) نیتجاً خدا نے اُنہیں جہنم میں بھیج دیا۔ (2 پطرس 2 باب 4 اور 5 آیت، یہوداہ 6 آیت) لیکن جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا تھا اور اُس کے بھیانک اور تباہ کن نتائج برآمد ہوئے۔ آئیں بائبل مقدس میں سے ان دو آیات پر نظر کرتے ہیں جو اس بغاوت کو بیان کرتی ہیں۔

" اور خداوند نے دیکھا کہ زمین پر انسان کی بدی بہت بڑھ گئی اور اُس کے دِل کے تصور اور خیال سدا بُرے ہی ہوتے ہیں۔ تب خداوند زمین پر اِنسان کو پیدا کرنے سے مُلول ہوا اور دِل میں غم کیا" (پیدائش 6 باب 5 اور 6 آیت)

اس پر غور کریں۔ ہر ایک شخص کے دل میں ہر ایک ارادہ مسلسل بدی سے بھرپور تھا۔ خدا انسان کو پیدا کرنے سے ملول ہوا۔

یہ ہے زوال اور بگاڑ کی تعریف اور اس سے پیدا ہونے والے غم کی کہانی۔ انسان کی پہلی مافوق الفطرت بغاوت نے اُسے ابدی زندگی سے محروم کر دیا۔ (یہ بہت ہی ہولناک بات تھی) یہ بغاوت گناہ کے اثرات کو دوسرے درجہ پر لے گئی، جس سے انسانی تباہی میں مزید تیزی آگئی۔ جس طرح سے حالات وواقعات میں تبدیلی واقع ہوئی یا صورتحال بد سے بدتر ہوتی گئی، اس پر خدا بہت رنجیدہ ہوا۔ بنی نوع انسان مستقبل طور پر زوال وانتشار، تباہی و بربادی اور گمراہی کا شکار ہو گئے۔

بائبل مقدس ہمیں بتاتی ہے کہ خدا کے پاس اس بدی کے خاتمے کا کوئی اور حل نہیں تھا، سوائے اس بات کے کہ وہ اس زمین پر طوفان بھیج کر بنی نوانسان کو نیست ونابود کر دیتا۔ (پیدائش 6 باب 17 آیت) یہ بات اہم ہے کہ پیدائش کی کتاب میں جہاں اس طوفان کا ذکر ہے وہاں کہیں بھی یہ ذکر نہیں آیا کہ خدا غضب ناک ہوا۔ بلکہ یہ بیان ہے کہ جو کچھ ہو رہا تھا، خدا اُس پر رنجیدہ ہوا۔ خدا نے بنی نوع انسان کو آزاد مرضی دینے کا چناؤ کیا تھا۔ خدا اس آزاد مرضی کو واپس نہیں لے سکتا تھا، اگر وہ ایسا کرتا تو انسان اُس کی مانند نہ ہوتا۔ وہ فی الواقع انسان نہ ہوتا۔ صرف ایک ہی چناؤ تھا کہ خدا اس بغاوت کا خاتمہ کر دے جو خدا کے بیٹوں کی وجہ سے وقوع پذیر ہوئی تھی۔

صرف ایک ہی شخص کے تعلق سے کہا گیا ہے کہ وہ راستباز تھا۔ اور وہ تھا نوح۔ (پیدائش 6 باب 9 آیت) کم از کم ایک راستباز شخص تھا۔ خدا اُس کو اپنے ہاتھوں میں لے سکتا تھا۔ وہ اس انسان کو لے کر ایک انسانی خاندان کے منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکتا تھا۔

خدا نے نوح سے کہا کہ وہ ایک کشتی تیار کرے۔ (ایک بہت بڑا بحری جہاز) تاکہ وہ، اُس کا گھرانہ اور بہت سے جانور آنے والے طوفان سے محفوظ رہ سکیں۔ خدا نے اب بھی اُمید رکھی۔ اگرچہ انسان زوال کی گہرائیوں میں چلا گیا پھر بھی اُس کے بچے جو انسان سے پیدا ہونے تھے وہ اُس کے ساتھ رہ سکتے تھے۔ خدا نے اپنے رحم اور ترس میں نوح کو اس طوفان کی تیاری کے لئے 120 برس دیئے۔ (پیدائش 6 باب 3 آیت) اُس نے نوح کو یہ موقع بھی دیا کہ وہ لوگوں کو بتائے کہ کیا واقع ہونے والا ہے۔ تاکہ اپنی ناراستی اور بدی سے باز آجائیں اور خدا اُنہیں معاف کر دے۔ (2 پطرس 2 باب 5 آیت)

آخرکار ہوا یہ کہ لوگوں نے نوح کی بات پر کان نہ دھرا۔ اُنہوں نے خدا کی طرف سے ملنے والے پُر فضل انتباہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ایک بار پھر، خدا کے بچوں نے اُس کی طرف متوجہ ہونے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ آزاد مرضی رکھنے کی وجہ سے وہ کچھ بھی کرنے کا چناؤ کر سکتے تھے۔ خدا ایسی صورتحال پر دل شکستہ ہوا۔ کم از کم نوح اور اُس کا گھرانہ خدا کے حضور مقبول ٹھہرا۔ طوفان کا وقت گزر جانے کے بعد خدا نے اُسی منصوبے کو پھر سے نوح کے ساتھ دھرایا جو اُس نے باغِ عدن میں آدم اور حوا کو دیا تھا۔ "بڑھو، پھلو اور زمین کو معمور و محکوم کرو۔"

(پیدائش 9 باب 1 آیت) خدا ایک بار پھر سے اُن کے ساتھ نئی شروعات کر رہا تھا۔ اُس نے نوح کے ساتھ ایک عہد باندھا جو تمام بنی نوح انسان کے ساتھ بھی تھا۔ (پیدائش 9 باب 8 تا 17 آیت) ایک عہد وعدہ یا عہد وپیمان ہوتا ہے۔ یہ عہد یک طرفہ تھا۔ بنی نوح انسان کے ساتھ خدا کا عہد یہ تھا کہ وہ بنی نوع انسان کو پھر کبھی اس طرح سے نیست ونابود نہیں کرے گا۔ (پیدائش 9 باب 11 آیت) جو ہوا سو ہوا، غور کریں خدا کے دل کی لالساأب بھی یہی تھی کہ اُس کے پاس ایک انسانی خاندان ہو۔

حیران کن حد تک خدا کی نیکی اور بھلائی کا انسان نے ناجائز فائدہ اُٹھانا جاری رکھا۔ طوفان کے بعد ایک تیسری بغاوت نے سر اُٹھایا۔ بائبل مقدس میں موجود بقیہ کہانی اسی بغاوت کے ارد گرد گھومتی اور خدا کے ناقابلِ تسخیر صبر ومحبت کو ظاہر کرتی ہے۔

تیسری بغاوت

آدم، حوا اور نوح کے دَور میں آنے والے طوفان کے واقعات کی طرح، آپ نے بابل کے بُرج کے تعلق سے بھی سنا ہو گا۔ اگر نہیں سنا تو کوئی بات نہیں۔ کیونکہ اکثر گرجہ گھر جانے والے لوگوں کو فی الواقع اس بات کا علم واحساس نہیں کہ در اصل یہ کیا واقعہ ہے۔

بابل کے بُرج کی کہانی پیدائش 11 باب 1 تا 9 آیت میں بیان کی گئی ہے۔ طوفان کے بعد خدا یہی چاہتا تھا کہ نُوح کی اولاد افزائش کرے اور اس زمین کو پھر سے انسانوں سے بھر دے۔ آدم اور حوا کی طرح، اُنہوں نے تخلیق کے وجود کو قائم رکھنے کے لئے خدا کے ساتھ مل کر کام کرنا تھا۔ ایسا کرنے کی بجائے، وہ بابل کے مقام پر جمع ہوئے اور اپنے نام ونمود کے لئے ایک بُرج کھڑا کرنا شروع کر دیا۔ (پیدائش 11 باب 1 تا 4 آیت)

اس کہانی کا یہ ایک معروف بیان ہے۔ لیکن اس کی اصل اہمیت بائبل مقدس کی ایک کتاب کی معروف دو آیات میں پائی جاتی ہے۔ جو کچھ اس طرح سے بیان کرتی ہیں۔

"جب حق تعالیٰ نے قوموں کو میراث بانٹی اور بنی آدم کو جُدا جُدا کیا تو اُس نے قوموں کی سرحدیں بنی اسرائیل کے شمار کے مطابق ٹھہرائیں۔" (استثنا 32 باب 8 تا 9 آیت)

یہ دو آیات ہمیں بابل کے بُرج کی عدالت کے بارے میں بتاتی ہیں کہ بنی نوع انسان میں تفرقہ پڑ گیا۔ کہانی کے اس مقام تک، خدا اجتماعی طور پر بنی نوع انسان کی عدالت کر رہا تھا۔ اس کہانی نے بابل کے بُرج کی تعمیر کے موقع پر ایک نیا رخ اختیار کر لیا۔ بنی نوع انسان جغرافیائی اور لسانی طور پر ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔

اس سے بھی انتہائی بُرا کام یہ ہوا کہ خدا نے بنی نوع انسان سے خود کو الگ کر لیا۔ جب بنی نوع انسان اُس کی مرضی کے خلاف ہی چلتے رہے تو خدا انسان کی نافرمانی اور سرکشی سے بیزار ہو گیا۔ طوفان سے پہلے جن لوگوں نے خدا کے خلاف بغاوت کی تھی، یہ لوگ اُن سے مختلف

تھے۔ خدا بنی نوع انسان کو اپنے گھر سے نکال نہیں سکتا تھا۔ اُس نے باغِ عدن میں پہلے تو ایسا کیا تھا لیکن اب وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ نُوح کے زمانہ میں آنے والے طوفان کے بعد اُس نے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ بنی نوع انسان کو اس طرح برباد نہ کرے گا۔(پیدائش 9 باب 11 آیت اس لئے دوبارہ کبھی اس طرح کی کوئی آفت بنی نوع انسان پر نہیں آئی۔ اِس کے علاوہ خدا اور کیا کر سکتا تھا؟ اُس نے بنیادی طور پر یہ کہا، بہت ہو چکا! اگر تم نہیں چاہتے کہ میں تمہارا خدا ہوں، تو میں تمہیں اپنے آسمانی مددگاروں کے حوالہ کر دوں گا۔

کئی طرح سے خدا نے بنی نوع انسان کی عدالت کی۔ ہمیں یہ تو نہیں بتایا گیا کہ یہ سلسلہ کب تک جاری رہا۔ بائبل مقدس بیان کرتی ہے کہ خداوند کے ان مافوق الفطرت فرزندوں نے بڑے گھنونے کام کئے جنہیں قوموں کے حوالہ کیا گیا تھا۔ وہ انتہائی ناراست ہو گئے۔(زبور 82 باب 1 تا 5 آیت)، پھر خدا کو اُن کی عدالت کرنا پڑی۔ ایک دن وہ اُن کی ناراستی اور بدی کو دُور کر کے قوموں کو واپس لے لے گا۔(زبور 82 باب 6 تا 8 آیت) اپنے لوگوں کی بے وفائی اور ناگفتہ بہ صورتحال کے سبب سے خدا ایک بار پھر اپنے خاندان سے محروم ہو گیا۔ اگر وہ چاہتا تو انسانی خاندان حاصل کرنے کی تمنا اور آرزو کو ترک بھی کر سکتا تھا لیکن خدا نے ایسا نہ کیا۔

خدا کی لازوال اور دائمی دا محبت

بابل کے بُرج کی آفت کے بعد کیا واقع ہوا؟ خدا ابرہام پر ظاہر ہوا (جو کہ بلاہٹ سے پہلے ابرام تھا) یہ سارہ نام کی عورت سے شادی کے بندھن میں بندھا ہوا تھا۔ اس خاتون کی عمر بچہ پیدا کرنے کی حد سے تجاوز کر چکی تھی۔ خدا نے ابرہام سے عہد کیا۔ اُس نے وعدہ کیا کہ اس بوڑھے شخص اور اُس کی اہلیہ کے ہاں بیٹا پیدا ہو گا۔ خدا نے ایک معجزہ کرنا تھا۔ اُن کے بیٹے نے اس زمین پر خدا کے لئے ایک نئے خاندان کی ابتدا ہونا تھا۔(پیدائش 12 باب 1 تا 9 آیت) 15 باب 1 تا 6 آیت اور 18 باب 1 تا 15 آیت)

بنی نوع انسان کو اپنے آسمانی لشکر کے سپرد کرنے کے بعد، خدا از سر نو ابرہام کے ساتھ اپنے خاندان کا آغاز کرنا چاہتا تھا۔ ابرہام خدا کے وعدہ پر ایمان لایا۔(پیدائش 15 باب 6 آیت) ابرہام کو خدا کی طرف سے مقبولیت یا مہربانی حاصل کرنے کے لئے کچھ بھی نہ کرنا پڑا۔ خدا نے از خود ابرہام کو چنا تھا تاکہ وہ پھر سے ایک شروعات کر سکے۔ خدا اور ابرہام کے درمیان ایک تعلق اور رشتے کا آغاز خدا کی طرف سے ہوا۔ ابرہام نے تو محض خدا کی بات کا یقین کیا تھا۔

بعد ازاں ایک عہد کے تحت باندھا جانے والا رشتہ جو خدا کی طرف سے ابرہام کی بلاہٹ اور اُس کے ایمان لانے سے شروع ہوا تھا، اُسے ختنہ کے جسمانی نشان کے ساتھ منایا جانے لگا۔(پیدائش 17 باب 1 تا 14 آیت) ابرہام کے سارے گھرانے نے اس جسمانی نشان کی پاسداری کی۔(پیدائش 17 باب 23 آیت) اس نشان کو لینے کا یہ صاف مطلب تھا کہ ابرہام کا گھرانہ ہی خدا کے لوگ ہیں۔ ختنہ ابرہام کی نسل کی عورتوں کے لئے بھی ایک نشان ہونا تھا۔ کیونکہ اُنھوں نے صرف اپنے بڑھتے ہوئے قبیلہ ہی میں شادی کرنا تھی۔ اُنہیں یاددہانی کرائی جاتی تھی کہ کس طرح اُن کی قوم مافوق الفطرت طریقہ سے ابرہام اور سارہ سے اُس وقت پیدا ہوئی جب اُنھوں نے چاہا کہ اُن کے ہاں اولاد ہو۔

یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ خدا کے ساتھ ابرہام کے عہد کی بنیاد خدا کے وعدوں پر یقین اور ایمان تھا۔ خدا نے اس وجہ سے ابرہام تک رسائی نہ کی کیونکہ ابرہام بڑا اصول پسند شخص تھا۔ نجات روّیوں کی بنیاد پر نہیں ملتی۔ ہم اپنی کسی بھی لیاقت، خوبی، اچھے روّیے یا نیک اعمال کی بنا پر خدا سے نجات کی برکت نہیں پا سکتے۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو پھر تو خدا نے ہماری خوبیوں اور اوصاف کی بنا پر ہمارا مقروض ہی رہنا تھا۔ خدا کو ہمارے کارناموں کی بنا پر کچھ نہ کچھ دینا ہی پڑنا تھا۔ غور کریں یہ سب کچھ کس قدر فضول بات ہے! اُس کی بجائے، ابرہام اور اُس کی اولاد نے عہد کے نشان کو قبول کرتے ہوئے خدا کے وعدوں پر اپنے ایمان کا اظہار کیا۔ یہ اُن کی باطنی وفاداری کا ظاہری نشان تھا۔

پولس رسول یقین کرنے والی وفاداری کے لئے ابرہام کو بطور ایک مثال استعمال کرتا ہے۔ (رومیوں 4 باب 1 تا 12 آیت) ابرہام ایمان لایا اور قبل اس سے کہ وہ کسی اصول اور قاعدے کی پاسداری کرتا خدا نے اُسے قبول کر لیا۔ کسی بھی قاعدے یا قانون کی پابندی نے یہ ظاہر کرنا تھا کہ وہ ایمان لے آیا ہے۔ کسی بھی طرح کے قواعد و ضوابط نے ایمان یا اعتقاد کا متبادل نہیں ہونا تھا۔ عقیدہ (ایمان) ایک لازم چیز تھا۔ اس عقیدے سے وفاداری یا اُس کی پاسداری کے تعلق سے ہم بعد ازاں بات کریں گے۔ دورِ جدید میں ہم اسے شاگردیت کہتے ہیں۔ عقیدہ اور وفاداری دو منفرد اور امتیازی اہمیت کی حامل چیزیں ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔ لیکن کبھی بھی ایک دوسرے کی جگہ نہیں لے سکتیں، یہی بات نجات اور شاگردیت پر بھی صادق آتی ہے۔

ابرہام کے ساتھ بیٹے کا وعدہ (اور اُس کے وسیلہ سے نئے خاندان کی شروعات جس نے بڑھ کر ایک بڑی قوم بن جانا تھا) باغِ عدن میں برپا ہونے والی تباہی کے بعد خدا کا یہ دوسرا عہد تھا۔ پہلا عہد نوح کے ساتھ تھا۔ دونوں عہدوں کا مقصد خدا کے انسانی خاندان کے وجود کے لئے خدا کے خواب کی تعبیر تھا۔ یہ عہد بنی نوع انسان کو ابدی زندگی دینے کے لئے بھی تھے۔ خدا بنی نوع انسان سے مایوس نہیں ہوا تھا۔ وہ لوگوں سے ترکِ تعلقات یا محبت کا سلسلہ ختم نہیں کر سکتا تھا۔ خدا اب بھی بنی نوع انسان کا ایک خاندان اور گھرانہ وجود میں لانے کا خواہاں تھا۔

خدا نے ابرہام کے ساتھ اپنا وعدہ وفا کیا۔ ابرہام اور سارہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ (اضحاق۔ پیدائش 17 باب 19 تا 21 آیت، 21 باب 1 تا 7 آیت) ابرہام کا یہ گھرانہ بعد ازاں بطور "اسرائیل" پہچانا جانے لگا۔ پرانے عہد نامہ میں خدا کے انسانی گھرانے اور خاندان کے لئے یہ نام بکثرت استعمال ہوا ہے۔ (پیدائش 32 باب 28 آیت، استثنا 32 باب 9 آیت، یسعیاہ 44 باب 1 آیت) لیکن دیگر اقوام کے لوگوں کے تعلق سے ہم کیا کہیں جنہیں خدا نے بابل کے بُرج کی بغاوت کے بعد خدا کے فرزندوں کے سپرد کیا تھا۔ بائبل مقدس میں اُنہیں "غیر اقوام" کہا گیا ہے۔ یہ ایک مختصر سی اصطلاح ہے جو یہ بتاتی ہے کہ وہ لوگ بنی اسرائیل میں سے نہیں ہیں۔ بابل کے مقام پر واقع ہونے والی صورتحال کے باوجود خدا اپنے لوگوں کو فراموش نہ کر سکا۔

نہ صرف یہ کہ خدا نے ایک نئ قوم (بنی اسرائیل) سے از سرِ نو آغاز کرنا تھا بلکہ اُس نے ابرہام کو بتایا کہ اُس کی اولاد اُن قوموں کے لئے بھی باعثِ برکت ہو گی جنھیں خدا نے ترک کر دیا تھا۔ (پیدائش 12 باب 3 آیت) بہت سال بعد، خداوند یسوع مسیح نے جو کہ ابرہام کی نسل سے تھا، دیگر اقوام کو بھی خدا کی طرف واپس پھیر لانا تھا۔ (پیدائش 3 باب 16 آیت اور 18 آیت، 26 تا 29 آیت)۔

خداوند یسوع مسیح کے ظاہر ہونے سے قبل، دیگر اقوام یا غیر اقوام اپنے سب معبُودوں کو ترک کر کے، خدا پر ایمان لا کر اور عہد کے نشان (ختنہ کو اپنانے سے خدا کے خاندان میں شامل ہونے کا چناؤ کر سکتی تھیں۔

ابرہام اور خداوند یسوع کے درمیان کئی سال گزر گئے۔ بنی اسرائیل کی تاریخ خدا کے نزدیک اچھی نہ تھی (استثنا 32 باب 9 آیت) وہ خدا کے لوگ تھے۔ لیکن افسوس! اُن کی وفاداری زیادہ دیر نہ چل سکی۔ وہ خدا کے لوگ نہیں تھے، لیکن افسوس اُن کی وفاداری ناکام رہی۔ ابھی ایک اور تاریک دَور آنا باقی تھا۔

باب 3

خدا کو اپنے ہی خاندان نے دھوکہ دیا

بائبل مقدس میں بنی اسرائیل کی تاریخ بہت طویل ہے۔ جس میں فتح اور المیہ اور مختلف طرح کے حالات و واقعات اور نشیب و فراز دیکھنے کو ملتے ہیں۔ خدا کو اس سے کوئی حیرت نہ ہوئی۔ وہ جانتا تھا کہ اُس نے اپنے لوگوں سے کس بات کی توقع کرنی ہے۔ خدا کو ہمیشہ ہی اس بات کا علم ہوتا تھا کہ اب اُسے کیسی صورتحال کا سامنا کرنا ہو گا۔

بنی اسرائیل کی بڑھتی ہوئی آبادی سے پریشان اور بیزار

خدا نے ابرہام کو بتایا کہ اُس کی نسل کا مستقبل بہت ناخوشگوار ہو گا۔ خدا اُسے بڑی صفائی اور دیانتداری سے یہ سب کچھ بتا رہا تھا۔ "اور اُس نے ابراہام سے کہا یقین جان کہ تیری نسل کے لوگ ایسے مُلک میں جو اُن کا نہیں پردیسی ہوں گے اور وہاں کے لوگوں کی غلامی کریں گے اور وہ چار سو برس تک اُن کو دُکھ دیں گے۔" (پیدائش 15 باب 13 آیت) یہ بُری خبر تھی۔ خدا نے ایک اُمید کی کرن دکھائی۔ "لیکن میں اُس قوم کی عدالت کروں گا جس کی وہ غلامی کریں گے اور بعد میں وہ بڑی دولت لے کر وہاں سے نکل آئیں گے۔" (پیدائش 15 باب 14 آیت)

بنی ابرہام کی قیادت اب ابرہام کے پوتے، یعقوب نے کرنی تھی۔ جس کا نام خدا نے یعقوب سے "اسرائیل" میں تبدیل کر دیا تھا۔ بالآخر ابرہام کی نسل ملکِ مصر میں فرعون کے زیرِ اقتدار و اختیار دُکھ اٹھانے لگی۔ (خروج 1 باب) یہ قوم آنے والے دَور میں قحط سالی سے بچنے کے لئے خدا کے منصوبے کے تحت وہاں پر پہنچی تھی۔ (پیدائش 45 باب 5 تا 11 آیت) وہاں اُن سے یہ غلطی ہوئی کہ وہ اُس ملک کی طرف پھر لوٹ کر نہ آئے جو خدا نے اُنہیں قحط سالی کے بعد عطا کیا تھا۔ وہ ایک طویل عرصہ تک ملک مصر میں ہی پھنسے رہے۔

ملکِ مصر میں بنی اسرائیل کی آبادی میں اضافہ ہونے لگا۔ یہ اضافہ اس قدر تیز رفتاری سے ہو رہا تھا کہ فرعون کو اپنی بادشاہت کے تعلق سے فکر لاحق ہوئی کہ اگر وہ اسی طرح اعداد و شمار میں بڑھتے رہے تو ایک دن ملک پر حکمرانی کرنے لگیں گے۔ (خروج 1 باب 8 تا 10 آیت) اُس نے اُنہیں بیگار پر لگا دیا۔ لڑکوں کی پیدائش پر اُنہیں قتل کر دیا جانے لگا۔ (خروج 1 باب 14 تا 16 آیت) خدا نے مداخلت کی اور اُنہیں اور بھی زیادہ بڑھنے اور مضبوط ہونے دیا۔ (خروج 1 باب 8 تا 21 آیت)

بنی اسرائیل نے ناگوار صورتحال اور تکلیف دہ حالات میں وہاں پر چار صدیاں گزار دیں۔ بالآخر، خدا نے اپنی مداخلت کا ہاتھ بڑھایا اور ایک بچے موسیٰ کی جان بچائی۔ خدا نے حالات وواقعات کا رُخ اس طرف موڑ دیا کہ موسیٰ کی پرورش فرعون کے گھر پر ہی ہونے لگی۔ (خروج 2 باب 1 تا 10 آیت) موسیٰ شان وشوکت کی زندگی بسر کرنے لگا لیکن ایک دن اُس نے اپنے بے بس و بے یار و مددگار اسرائیلی بھائی کا دفاع کرتے ہوئے ایک آدمی کو قتل کر ڈالا اور سزائے موت کا مرتکب ہوا۔ وہ عدل وانصاف کے تقاضوں سے راہِ فرار حاصل کرتے ہوئے ملکِ مصر جا پہنچا۔

موسیٰ کو مدیان کے صحراؤں میں پھرتے ہوئے ایک نئی زندگی مل گئی۔ خدا جلتی ہوئی جھاڑی میں اُسے کوہ سینا کے مقام پر ملا، اس ملاقات سے اُس کے لوگوں کی تاریخ اور دُنیا ہی بدل گئی۔ (خروج 3 باب 1 تا 15 آیت) خدا نے موسیٰ کو واپس ملکِ مصر میں فرعون کا سامنا کرنے کے لئے بھیجا۔ اُس نے وہاں پر جا کر فرعون سے مطالبہ کرنا تھا کہ وہ خدا کے لوگوں کو آزاد ہو کر جانے دے۔ خدا نے موسیٰ کی محافظت اور اُس کو زور آور بنانے کا وعدہ کیا تھا۔ (خروج 3 باب 16 تا 22 آیت)

کہانی کا باقی حصہ دُنیا بھر میں بہت مشہور ہے۔ اگر آپ نے بائبل مقدس کا مطالعہ نہیں بھی کیا تو بھی آپ نے اس کے تعلق سے ضرور سنا ہو گا یا پھر اس کے تعلق سے فلم دیکھی ہو گی۔ جب فرعون نے بنی اسرائیل کو آزاد کر کے بھیجنے سے انکار کیا تو خدا نے ملکِ مصر اور اُس کے معبودوں پر آفات نازل کیں۔ (خروج 7 تا 12) اور بنی اسرائیل کے جتھوں کو ملکِ مصر کی غلامی سے رہائی دینے کے لئے موسیٰ کو استعمال کیا۔

جب مصریوں نے بنی اسرائیل کا پیچھا کرنے کا فیصلہ کیا تو خدا نے بنی اسرائیل کو بچانے کے لئے بحرِ قلزم کو دو ٹکڑے کر دیا (خروج 13 باب 17 آیت سے 14 باب تک) بحرِ قلزم کا عبور کرنا ایک قابل دید اور شاندار معجزہ ہے۔ یہ بائبل مقدس میں بیان کردہ معجزات میں سے ایک انوکھا اور منفرد معجزہ ہے۔ یہ محض کوئی دکھاوا یا تماشہ نہیں تھا۔ بلکہ یہ تو خدا نے اپنے لوگوں کو بچانے کے لئے ایسا کیا تھا۔ خدا اپنے خاندان کی بقا چاہتا تھا۔

شریعت اور وفاداری

بلآخر خدا اپنے لوگوں کو اُسی مقام پر لے آیا جہاں پر اُس نے پہلے موسیٰ سے کلام کیا تھا۔ وہاں خدا نے موسیٰ کی معرفت بنی اسرائیل کو شریعت یعنی دس احکام عطا کیے۔ خدا نے اُن کے ساتھ ایک عہد قائم کیا۔ اس بات کو سمجھنا بہت اہم ہے کہ دس احکام دئے جانے سے پہلے بھی بنی اسرائیل خدا کے لوگ تھے۔ خدا نے اُس وقت ہی اُنہیں اپنا خاندان قرار دے دیا تھا جب موسیٰ فرعون سے رُوبرو ملا تھا۔ (خروج 3 باب 7، 10 آیات۔ 4 باب 23 آیت، 5 باب 1، 6 باب 7 آیت اور 7 باب 4 آیت) شریعت دینے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ لوگ اُس پر عمل پیرا ہونے سے خدا کے خاندان میں جگہ بنا سکیں۔ بنی اسرائیل پہلے ہی خدا کا خاندان بن چکے تھے۔

میں اس فرق کو واضح کرنا چاہوں گا یہ بہت ہی اہم بات ہے۔ خدا کے خاندان میں جگہ پانے کے لئے کچھ کرنے کی بجائے، خدا نے اُنہیں شریعت دی تا کہ وہ یہ ظاہر کر سکیں کہ وہ خدا کے خاندان میں رہنا چاہتے ہیں۔ خدا کی شریعت کی پاسداری اس بات کی دلیل اور عکاس تھی کہ وہ اُس سے بے وفا ہو کر دوسرے معبودوں میں دلچسپی نہیں لیں گے۔ خدا سے وفادار رہتے ہوئے اُنہوں نے اُسے موقع دینا تھا کہ وہ اُنہیں "کاہنوں کی بادشاہت" کی طرح دوسروں قوموں کے لئے باعثِ برکت ہونے کے لئے استعمال کرے۔ (خروج 19 باب 5 اور 6 آیت) خدا اپنے خاندان میں بنی نوع انسان کو دیکھنے کا متمنی تھا۔ وہ ایک گروپ- اسرائیل سے آغاز کر رہا تھا۔ وفادار رہنے کی صورت میں اُنہوں نے دیگر قوموں کے لئے باعثِ برکت ہونا تھا۔ (پیدائش 12 باب 3 آیت)

ایک اور زاویہ سے بھی ہم اس عہد کو سمجھ سکتے ہیں۔ خدا کی شریعت اس لئے نہیں دی گئی تھی کہ وہ اس قدر اچھے بن جائیں کہ خدا اُنہیں محبت کرنے لگے۔ خدا تو پہلے ہی بنی اسرائیل سے محبت کرتا تھا۔ (استثنا 7 باب 7 اور 8 آیت) اُس نے مافوق الفطرت طریقہ سے بزرگ شخصیات ابرہام اور سارہ کو صاحب اولاد ہونے کی توفیق بخشی۔ ایسی اولاد جس نے آنے والے وقت میں "اسرائیل" کہلانا تھا۔ مجموعی طور پر خدا کا یہی مقصد تھا کہ اُس کا ایک خاندان ہو۔ خدا نے اُنہیں شریعت کی صورت میں قواعد و ضوابط کی ایک فہرست اس لئے نہیں دی تھی کہ وہ خاندان میں شامل ہونے کی شرائط پر پورا اُتر سکیں۔ خدا نے اُنہیں دیگر معبودوں اور غیر اقوام کی راہ و رسوم کی پیروی میں جانے سے روکنے کے لئے شریعت دی تھی۔ تا کہ وہ ایک خوشگوار اور پُر مسرت زندگی بسر کر سکیں۔ شریعت کا مقصد اُنہیں صلح اور محبت سے رہنے کا درس دینا بھی تھا تا کہ وہ اپنے خلاف خدا کے قہر کو نہ بڑھائیں۔

خدا نے درست، واجب اور مناسب رویہ اپناتے ہوئے، اُن کی آزاد مرضی کو ختم نہ کیا۔ اُس نے اُنہیں یہی کہا وہ اُس کی ذاتِ اقدس پر ایمان اور بھروسہ رکھیں۔ اور یہ جانیں کہ محبت ہی سے اُس نے انہیں خلق کیا ہے۔ اور یہ کہ وہ کسی بھی صورت میں غیر معبودوں کی پیروی نہ کریں۔ اسرائیل کے گھرانے کا کوئی بھی رُکن اگر چاہتا تو خدا کی محبت کو نظر انداز یا فراموش بھی کر سکتا تھا کیونکہ اُن کے پاس آزاد مرضی تھی۔ ایمان رکھیں یا نہ رکھیں، چناؤ اُن کے پاس تھا۔ اگر وہ چاہتے تو کسی اور معبود کے پیروکار ہو کر اُس کی پوجا اور پرستش کر سکتے تھے۔ جیسا کہ ہم بائبل مقدس میں دیکھ سکتے ہیں کہ اُن میں سے بعض نے ایسا ہی کیا۔

جب بنی اسرائیل کوہ سینا سے روانہ ہوئے (جہاں خدا نے اُنہیں شریعت دی تھی) خدا انسانی صورت (ایک فرشتہ) میں اُنہیں وعدہ کی سرزمین پر لایا۔ (خروج 23 باب 20 تا 23 آیت قضاۃ 2 باب 1 آیت) دورانِ سفر کبھی وہ خوراک کی کمی اور بعض اوقات پانی کی قلت کا رونا روتے رہے۔ خدا نے اُنہیں سب کچھ فراہم کیا۔ (خروج 15 باب 22 اور 27 آیت، 16 باب 1 تا 30 آیت) اُنہیں اپنی زندگیاں بچانے کے لئے ملک میں موجود جانی دُشمنوں سے نبرد آزما ہونا پڑا۔ خدا نے اُنہیں تباہی اور بربادی سے بچا لیا۔-(استثنا 2 سے 3 باب، یشوع 11 سے 12 باب) زبور 136 کی 10 سے 24 آیت۔ اعمال 13 باب 19 آیت)

زوال

آپ یہ محسوس کر رہے ہوں گے کہ جب خدا بنی اسرائیل کو ملکِ مصر سے وعدہ کی سرزمین پر لایا ہو گا تو اُن پر خدا کی گہری محبت کا احساس غالب آ گیا ہو گا یعنی اس کے بعد تو وہ ہر وقت ہی اعلیٰ سطح پر خدا سے وفادار رہے ہوں گے۔ ایسا بالکل بھی نہیں ہوا۔ اس کی بجائے اُنہوں نے بدی لپٹے رہنے کا چناؤ کیا۔ اُنہوں نے بُت پرست (دیگر معبودوں کی عبادت اور پرستش کرنے والے) لوگوں کو اپنی سرزمین سے نکالنے سے انکار کر دیا۔ ایسا لگتا ہے کہ بنی اسرائیل اپنے ماضی کو بالکل ہی بھول گئے تھے۔ اُنہیں یاد ہی نہ رہا کہ بغاوت اور نافرمانی کس قدر بڑی تباہی اور بربادی کا باعث ہوتی ہے۔ خدا سے اُن کی بے وفائی اور محبت کے فقدان کے سبب وہ اخلاقی پستی کا شکار ہوتے چلے گئے۔۔

"اور خداوند کا فرشتہ جِلجال سے بوکیم کو آیا اور کہنے لگا میں تم کو مِصر سے نکال کر اُس ملک میں جس کی بابت میں نے تمہارے باپ دادا سے قسم کھائی تھی لے آیا اور میں نے کہا کہ میں ہرگز تُم سے عہد شکنی نہیں کروں گا۔ اور تم اُس ملک کے باشندوں کے ساتھ عہد نہ باندھنا بلکہ تم اُن کے مذبحوں کو ڈھا دینا پر تم نے میری بات نہیں مانی۔ تم نے کیوں ایسا کِیا؟ اسی لئے میں نے بھی کہا کہ میں اُن کو تُمہارے آگے سے دفع نہ کروں گا بلکہ وہ تمہارے پہلوؤں کے کانٹے اور دیوتا تمہارے لیے پھندا ہوں گے۔" (قضاۃ 2 باب 1 تا 3 آیت)

خدا کو پھر سے اپنے لوگوں کی عدالت کرنا پڑی۔ دراصل اُس نے کہا "میں تم سے الگ ہو گیا ہوں۔ اب میں دیکھوں گا کہ تم میرے بغیر کیا کرتے ہو کیونکہ تم نہیں چاہتے کہ میں تمہارے ساتھ رہوں۔" اور جیسا کہ ہم نے پہلے بھی دیکھا ہے، جب اُن کا خدا اُن کے ساتھ نہ رہا تو اُنہوں نے انتہائی بُرے طور طریقے اپنا لئے۔ اُن کا طرزِ عمل، طرزِ فکر اور طرزِ زندگی بد سے بدتر ہوتا چلا گیا۔ خدا کا ردِ عمل اب بھی پہلے جیسا ہی تھا۔ وہ بار بار بنی اسرائیل کو اُن کی مشکل صورتحال سے نکالنے کے لئے اُن کے پاس آتا رہا۔ ہم بھی ایسے لوگوں کو جانتے ہی ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کا شمار بھی ایسے ہی لوگوں میں ہوتا ہو۔ آپ محبت کے مارے کسی کی مدد کرنے اور کسی کو اُس کے حال پر چھوڑنے سے گریزاں ہوں۔ شاید اُس وقت بھی جب سب کچھ عقل و سمجھ سے بالاتر ہو یا پھر اُس شخص کے ساتھ ٹکے رہنے کی کوئی وجہ دکھائی نہ دیتی ہو۔ اگر آپ یہ سوچ رہے ہوں کہ خدا کیا کر رہا تھا، انسانی عقل کے مطابق یہ بڑی احمقانہ بات دکھائی دیتی ہے۔ لیکن خدا ایک انسانی خاندان چاہتا تھا۔ حتیٰ کہ اُس وقت بھی جب اُنہیں اُس کی ضرورت محسوس نہ ہوتی تھی۔ اُس کی محبت ہر ایک منطق اور دلیل سے بالاتر ہے۔

بائبل مقدس میں موجود قضاۃ کی کتاب جس میں سے مذکورہ منظر نامہ بیان کیا گیا ہے، یہ صورتحال ایک نہ ختم ہونے والی روحانی بغاوت دکھائی دیتی ہے۔ لوگ اپنی اس بغاوت پر دُکھ اٹھاتے، پھر مدد کے لئے خدا سے التجا کرتے اور پھر خدا اپنی محبت کے باعث اُنہیں چھڑانے کے لئے آگے بڑھتا ہے۔ چند صدیوں تک یہ سلسلہ ایک گردشی چکر کی طرح جاری رہا۔ اور پھر ایک وقت آیا کہ یہ صورتحال اپنے عرُوج کو پہنچ گئی۔ جب بنی اسرائیل میں ہی سے لوگوں نے سموئیل، مردِ خدا، کاہن اور ایک نبی سے ایک بادشاہ مسح کرنے کا مطالبہ کر دیا جو اُن پر حکمرانی کرے۔

اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ ایک بادشاہ کا انتخاب اُن کی بے حد تباہی کا سامان تھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ ایک جب درست محرکات کے ساتھ بادشاہ کا چناؤنہ کیا گیا تو حالات اور صورتحال میں بہتری نہیں بلکہ ابتری پیدا ہوئی۔(1سموئیل10باب22آیت)بالآخر خدا نے ساؤل کی جگہ پر داؤد کا چناؤ کر لیا۔ داؤد کی زندگی میں بھی خامیاں اور خطائیں دیکھنے کو ملیں لیکن ساؤل سے بہتر تھا۔ اُس نے خدا کے لئے کبھی بھی محبت کی کمی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا اور نہ ہی اُس نے کبھی بے وفائی کی۔ اُس نے خدا کے کچھ اخلاقی قواعد وضوابط کی نافرمانی کی۔ اُس نے توبہ کی اور کبھی بھی غیر معبودوں کے سامنے نہیں جھکا۔ یہی وجہ ہے کہ خدا نے ایک عہد کے تحت داؤد سے وعدہ کیا کہ اُس کے فرزند ہی بنی اسرائیل پر حکمران ہوں گے۔

یہ عہد داؤد کے گھرانے سے شاہی نسل پیدا کرنے کے تعلق سے تھا۔ خدا اُس کی اولاد میں سے ہی ایک شخص کو اُس کی جگہ پر بادشاہ بنائے گا۔ افسوس کی بات ہے کہ بائبل مقدس میں بیان کردہ تاریخ ایسے کئی ایک مردوں کا ذکر کرتی ہے جو داؤد کی اصل اور نسل ہی سے تھے لیکن وہ بادشاہ مقرر کئے جانے کے بالکل بھی لائق نہ تھے۔ خدا کو داؤد کی نسل میں سے بہت سے لوگوں کو تخت سے اتارنا پڑا کیونکہ وہ اُس سے وفادار نہ رہے بلکہ اُنہوں نے دوسرے معبودوں کی پرستش اور عبادت کرنے کا چناؤ کیا۔

داؤد کی نسل سے تخت نشین ہونے والے بادشاہ کے لئے ضروری تھا کہ وہ خدا سے محبت کرتا ہو اور اُس کا خاندانی حسب نسب بھی درست ہو۔ یہی وجہ تھی کہ بادشاہ کے لئے ضروری تھا کہ اُس کے پاس شریعت کی ایک نقل موجود ہو۔(استثنا17باب18 آیت۔2 سلاطین 11باب 12آیت)

داؤد کا فرزند سلیمان اسرائیل کی تاریخ میں ایک عظیم ترین بادشاہ ہوا۔(زمین وجائیداد اور مال ودولت کے حساب سے۔)افسوس کے ساتھ بیان کرنا پڑتا ہے کہ حقیقی خدا سے اُس کی محبت اور وفاداری زیادہ دیر نہ چل سکی۔ اُس نے دوسرے معبودوں کے سامنے قربانیاں گزرانیں۔ کئی ایک شادیاں کرڈالیں(جن کے پیچھے سیاسی وجوہات بھی تھیں۔)سلیمان ہی وہ شخص تھا جس نے بنی اسرائیل میں بُت پرستی متعارف کرائی۔(1سلاطین11باب1تا8آیت)بالفاظ دیگر، سلیمان نے روحانی سمجھوتے اور بغاوت کا سلسلہ شروع کردیا یعنی صرف وہی نہیں بلکہ اس کے بعد آنے والے بادشاہ بھی اس گردشی چکر کا حصہ بن گئے۔۔۔ یہ سب کچھ قومی سطح پر تباہی اور بربادی کا باعث ہوا۔

آخری بغاوت

سلیمان کی وفات کے بعد، بارہ قبیلوں میں سے دس قبائل نے اپنے ہی جانشین کے خلاف بغاوت کی۔(1سلاطین11باب41آیت،12باب 24آیت)سلیمان کی بادشاہت جغرافیائی اور قبائلی لحاظ سے دو حصوں میں بٹ گئی۔ خدا کا گھرانہ اب ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گیا تھا۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ صورتحال افسوسناک، غمناک اور دردناک تھی۔ ایسا کہ اس تقسیم شدہ بادشاہت میں برپا ہونے والے بادشاہوں نے شریعت کی نقل کبھی دیکھی بھی نہیں تھی۔(2سلاطین22باب8تا13آیت)

تقسیم شدہ قوم کا شمالی حصہ (دس قبائل جنہوں نے سیاسی بغاوت کی تھی) اُس خدا پر ایمان لا کر اُس سے وفاداری کرنے کی بجائے جو اُنہیں مصر کی غلامی سے چھڑالایا اور اُنہیں مافوق الفطرت طور سے وعدہ کی سرزمین میں پہنچایا تھا۔ اُنہوں نے اُس کے خلاف بلا تاخیر روحانی بغاوت کر ڈالی۔ (1 سلاطین 12 باب 25 تا 33 آیت) یہی وجہ ہے کہ وہ انبیاہ اکرام جو اُن کے اردگرد منادی کرتے پھرتے تھے، اُنہوں نے روحانی بغاوت کو حرامکاری اور ایک کسبی کے چال چلن سے تشبیہ دی۔ یہ ایک جیتی جاگتی مثال ہے۔ ملک کا جنوبی حصہ (دو قبائل) روحانی بغاوت میں پڑ گئے لیکن آہستہ آہستہ نہ کہ یک دم۔ تاہم گناہ دیر سے کیا جائے یا بہت جلدی، گناہ تو ہر صورت میں گناہ ہی ہوتا ہے۔

خدا کو ترک کرنا کبھی بھی نفع کی بات نہیں ہے۔۔ جیسا کہ ایک مقام پر بائبل مقدس بیان کرتی ہے۔ "لیکن اگر تُم ایسا نہ کرو تو تُم خداوند کے گنہگار ٹھہروگے اور یہ جان لو کہ تُمہارا گُناہ تُم کو پکڑے گا۔" (گنتی 32 باب 23 آیت) خدا نے اپنے لوگوں کو پہلے کی طرح اپنی آزاد مرضی استعمال کرنے کا موقع دیا۔ اور پھر اُنہیں اس بات کا خمیازہ بھی بھگتنا پڑا۔ 722 قبل مسیح، شمالی سلطنت پر ایسے لوگ قابض ہو گئے جنہیں میں وحشی قوم کہنا چاہوں گا یعنی اسوری۔ اُن کے ظلم و بربریت کا موازنہ موجودہ دَور کے کسی بھی ظالم و جابر صاحب اختیار سے نہیں کیا جا سکتا۔

مجھے یہ مماثلت پسند ہے کیونکہ اسوری قوم اپنے ظلم و ستم کی بنا پر بہت مشہور تھی۔ اُنہوں نے ان دس قبیلوں کو اس وقت کی دُنیا میں تتر بتر کر دیا۔ خاندان ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئے، جو مال و متاع اُن کے پاس تھا وہ بھی لوٹ مار کی نذر ہو گیا۔ جنوبی حصہ میں موجود دو قبائل پر مشتمل سلطنت کو ایک سو سال بعد (تقریباً 586 قبل مسیح) بابل کی حکومت نے فتح کر لیا۔ ہزاروں اسرائیلیوں کو طاقت کے زور پر بابل میں یرغمال بنا کر لے گئے۔

آئیں دیانتداری سے کام لیں۔ اگر خدا نے اس موقع پر اپنے لوگوں کو فراموش کر دیا ہوتا تو ہم سمجھ سکتے ہیں کہ کیا صورتحال ہوتی۔ اُنہوں نے اُس وقت بغاوت کی اور ابرہام کے وقت سے لے کر بغاوت پر بغاوت ہی کرتے چلے آئے تھے۔ نتیجہ آپ کے سامنے ہے، جو اُنہوں نے بویا تھا وہی کاٹا۔ لیکن خدا کا اُن کے لئے یہ منصوبہ نہیں تھا اور نہ ہی خدا اس طور پر کام کرتا ہے۔

انسانی خاندان کے حصول کی خواہش کو ترک کرنے کی بجائے، خدا نے فیصلہ کیا کہ وہ اب بھی خاندان حاصل کرے گا۔ لیکن اپنے لوگوں اور بقیہ بنی نوع انسان کے حصول کا تقاضا یہ تھا کہ اب طریقہ کار تبدیل کیا جائے۔ خدا نے اپنے لوگوں سے بہت سے عہد قائم کئے تھے۔ لیکن انسان تو پھر انسان ہی ہے۔ اُنہوں نے ناکامی پر ناکامی دیکھی، پھر بھی اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے۔ بقیہ نوع انسانی کو مافوق الفطرت مخلوق یعنی "خدا کے فرزندوں" کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ استثنا 32 باب 8 آیت) جو اب تک اپنے خالق یعنی اسرائیل کے قدوُس کے دشمن بن چکے تھے۔ حالات بد سے بدتر اور صورتحال اُلجھتی چلی گئی۔

ان سب حالات و صورتحال کے لئے خدا کے پاس دو حل تھے۔ جب خدا کے خاندان کے آخری بچے اسیری میں جانے کے مقام تک پہنچ گئے تھے۔ خدا نے دو انبیاہ کو تحریک بخشی (حزقی ایل نبی اور یرمیاہ نبی) تاکہ وہ لوگوں کو باور کرائیں کہ اُنہیں فراموش نہیں کر دیا گیا۔ خدا اپنے

لوگوں سے "نیا عہد" قائم کرے گا۔ ایک ایسا عہد جس کے تحت اُس کا روح نازل ہو گا۔ (یرمیاہ 31 باب 31 تا 34 آیت۔ حزقی ایل 36 باب 22 تا 28 آیت) ایک نیا دَور آنے والا تھا۔

لیکن اُس "نئے دَور کی آمد" کے ساتھ یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ خدا کس طرح پرانے عہدوں کو ترک کئے بغیر اُن کو عزت اور وقار دے گا۔ بے شمار اسرائیلیوں نے خدا کو رد کر دیا اور دیگر معبودوں کی عبادت اور پیروی کرنے لگے۔ اُنہوں نے خدا کی شریعت کی نافرمانی کرتے ہوئے خدا سے اپنی نفرت کا اظہار کیا۔ خدا اس طرزِ عمل، طرزِ فکر اور روّیے سے رنجیدہ ہوا۔ وہ تو اپنے وعدوں کو وفا کرنا چاہتا تھا لیکن اُس کے بہت سے بچے دیگر اقوام کے معبودوں کی پرستش اور عبادت کرنے کی طرف مائل ہو گئے تھے۔

یہ موت کی راہ تھی۔ کیونکہ جو کچھ باغِ عدن میں ہوا تھا اس کے سبب سے ہر پیدا ہونے والے انسان کا انجام موت ہوا۔ ور وہ ابدی زندگی سے محروم ہو گئے۔ موت سے زندگی تب ہی ممکن تھی جب وہ اپنے حقیقی خالق اور خداوند کی طرف رجوع لاتے اور اُس کی محبت اور وعدوں کا یقین کرتے۔ بہت سے اسرائیلی یہ سب باتیں بھول گئے۔ اُنہیں اس بات کی آزادی حاصل نہ تھی کہ جہاں کہیں جاتے وہاں کے معبودوں میں سے کسی ایک کا چناؤ کر کے اُس کی عبادت اور پرستش شروع کر دیتے۔ اُنہیں حقیقی خدا پر ایمان رکھنا اور اُس ایمان میں ثابت قدم رہنا تھا۔

اسرائیل کے بادشاہوں نے تو حد ہی کر دی۔ خدا نے داؤد سے یہ وعدہ کیا تھا کہ اُس کے وارث اُس کے تخت پر بیٹھیں گے۔ لیکن اکثر اوقات وہ خدا سے منحرف ہوئے۔ خدا اس ایمان کے فقدان اور بے وفائی کو نظر انداز نہ کر سکا۔ لیکن پھر بھی وہ اپنے وعدوں سے دستبردار نہ ہوا۔ ایسا طرزِ عمل تو خدا کی ذاتِ اقدس کا حصہ نہیں ہو سکتا۔ وہ خدا جو سب چیزوں کا علم رکھتا ہے اُس کے لئے ممکن نہیں کہ وہ اپنے وعدوں سے مُکر جائے اور ایسا بُرا طرزِ عمل اختیار کرے۔

پس خدا اپنے وعدوں کو کس طرح اُن لوگوں کے لئے پورا کر سکتا تھا جنہوں نے اُسے رد کر دیا اور اُس سے اجنبی ہو گئے تھے؟ اُنہیں نئے دلوں کی ضرورت تھی۔ اُنہیں ہدایت اور رہنمائی کے لئے اُس کی حضوری کی ضرورت تھی۔ ابرہام اور داؤد کی نسل سے ایک ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جو خدا کے جلال کا پرتو، اُس کی ہُو بہُو شبیہ اور ابدی بادشاہ ہو۔ داؤد کی نسل سے برپا ہونے والی اس شخصیت نے ہی بنی نوع انسان پر سے موت کی لعنت کو دُور کرنا تھا۔ لیکن محض ایک انسان کس طرح موت پر فاتح ہو سکتا ہے؟ لازم تھا کہ آنے والی یہ شخصیت خدا بھی ہوتی ۔ یہ سب کچھ کس طرح ظہور پذیر ہونا تھا؟ خدا کے نزدیک یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں تھا۔

باب 4

خدا اپنے انسانی خاندان میں شامل ہو گیا

مسیحی لوگوں کو مسیح کی آمد کے بارے میں علم ہے۔ اُنہیں یہ بھی علم ہے کہ وہ معجزانہ طور پر مریم سے پیدا ہوا تھا جو کہ ایک نوجوان کنواری تھی۔ (متی 1 باب 18 تا 25 آیت) پوری دُنیا چرنی میں خداوند یسوع مسیح کی پیدائش سے واقف ہے۔ بہت سے قدیم لیکن معروف کرسمس کے نغمات مسیح کی پیدائش اور مسیح کے بارے میں عہدِ عتیق میں پائی جانے والی نبوتوں کی تکمیل کی خوشی میں گائے جاتے ہیں۔

صلیب اور مسیح کی ذاتِ اقدس

قابلِ غور نکتہ مسیح کا اس دُنیا میں جنم لینا

اور بالآخر صلیب پر مصلوب ہونا ہی ہے۔ وہی ہمارے گناہوں کی معافی کا وسیلہ بنا اور یوں پھر سے ہم خدا کے خاندان میں داخل میں شامل ہو گئے۔ (یوحنا 3 باب 16 آیت) بالفاظ دیگر جب بہت سے مسیحی لوگ خداوند یسوع مسیح کے بارے میں سوچتے ہیں۔ تو اُن کے ذہن میں صلیب آتی ہے۔ لیکن یہاں پر وہ ایک چیز چھوڑ جاتے ہیں۔

صلیب پر زیادہ توجہ مرکوز کرتے ہوئے تجسم (خدا نے انسانی روپ دھارا) کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ بہت سے مسیحی لوگ اس بات کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں کہ خدا کے لئے بہت سی وجوہات کی بنا پر انسان بننا ضروری تھا۔ اوّل۔ عہدِ عتیق میں کئے گئے وعدوں کی تکمیل۔ دوئم اس مافوق الفطرت بغاوت کے اثرات کا خاتمہ جس کا ہم اس کتاب کے شروع میں ذکر کر چکے ہیں۔

انسان پھر سے خدا کے ساتھ ابدیت میں رہ سکے گا، خدا نے اپنے وعدہ پر قائم رہتے ہوئے بنی نوع انسان کو نیست و نابود نہ کر کے اس اُمید کو زندہ رکھا۔ وہ بار بار انسان کی طرف رجوع لاتا رہا۔ اُنہیں معاف کرتا اور اپنے ساتھ اُن کا رشتہ بحال کرتا رہا۔ خدا چاہتا تھا کہ وہ ایمان لائیں اور اپنے ایمان کا اظہار اُس کے ساتھ اور آپس میں ہم آہنگ زندگی بسر کرتے ہوئے کریں۔ لیکن جب بھی خدا نے اُن تک رسائی حاصل کی، اُنہوں نے خدا کو رد کر دیا۔ گویا کہ ہر بار خدا یہی کہہ رہا تھا۔ "اب بھی تم میرے ساتھ رہ سکتے ہو۔ میری بات کا یقین کرو اور عملی طور پر دکھاؤ کہ تمہارے دل میں میرے لئے محبت ہے۔ "لیکن صورتحال بد سے بدتر ہوتی چلی گئی۔ بائبل مقدس انسانی میلان و رغبت کو بیان کرنے

کے لئے بھٹکی ہوئی بھیڑوں کی مثال استعمال کرتی ہے جن کا کوئی چرواہانہ ہو۔(یسعیاہ 53 باب 6 آیت اور متی 9 باب 36 آیت) یہاں پر یہ اہم نکتہ ہے۔

جیسا کہ میں نے گزشتہ باب کے آخر پر یاددہانی کرائی تھی خدا کے لوگوں کو نئے دلوں اور اُس کی رہنمائی کے حصول کے لئے خدا کی حضوری کی ضرورت تھی تا کہ وہ ایمان لاسکیں۔ اُنہیں نجات پانے کے لئے وسائل کی ضرورت تھی تا کہ وہ محبت کرنے والے خدا سے دُور ابدی موت میں جانے سے بچ جاتے۔ کوئی ایسا طریقہ کار ہونا چاہئے تھا جس سے خدا اپنے وعدوں کی تکمیل بھی کرتا اور موت کے نتائج کو بھی ختم کر دیتا۔ اور ایمان میں ثابت قدم رہنے کے لئے اپنے لوگوں کا ہادی اور مددگار ہوتا۔

درپیش مسائل کے لئے خدا کا حل بڑا ابنیادی اور ٹھوس نوعیت کا تھا۔ اُسے انسان بننا پڑا۔ اُسے نسل انسانی میں شامل ہونا پڑا۔ اسی مقام پر خداوند یسوع اس کہانی کا حصہ بنتا ہے۔ یسوع خدا تھا جو انسان بن گیا۔(یوحنا 1 باب 1 آیت۔ 14 تا 15 آیت، کلسیوں 1 باب 15 تا 20 آیت ۔2 باب 6 تا 9 آیت)۔ وہی اِن سب رکاوٹوں کو دُور کرنے کی قدرت رکھتا تھا۔

بنی نوع انسان کی خاطر مرنے سے ہی وہ موت کی لعنت کو بنی نوع انسان سے ختم کر سکتا تھا۔ ایسی موت کے بعد اُس کا مُردوں میں سے زندہ ہونا بھی لازم تھا۔ یہ سب کچھ تو صرف خدا ہی سے ممکن تھا۔ باغِ عدن میں جو کچھ بھی ہوا تھا اُس کا حل مسیح خداوند ہی تھا۔

کیا آپ کو ابرہام کے ساتھ خدا کا عہد یاد ہے؟ خدا نے مافوق الفطرت طور پر مداخلت کر کے ابرہام اور سارہ کو بیٹا حاصل کرنے کے قابل بنایا تھا۔ یہی سے قوم اسرائیل کا آغاز ہوا تھا۔ خدا نے ابرہام کو بتایا کہ اُس کی نسل میں سے ایک ایسی شخصیت برپا ہو گی جو اُن لوگوں کے لئے بھی باعثِ برکت ہو گی جنہیں اُس نے بابل کے مقام پر ترک کر دیا تھا۔ لیکن محض ایک انسان کس طرح یہ سرانجام دے سکتا ہے؟ خدا از خود ہی ابرہام کی ایسی وفادار نسل ہو سکتا تھا جو اپنی قوموں کو برکت دینے کے لئے اپنے اس عہد وپیمان کی تکمیل کر سکتا۔ خداوند یسوع ابرہام کی نسل تھا۔(متی 1:1 اور لوقا 3 باب 34 آیت) خداوند یسوع ہی وعدہ شدہ نسل تھا جس نے غیر اقوام میں سے اپنے لوگوں کو اُن کی بُت پرستی سے مخلصی بخشنا تھی تا کہ وہ پھر سے خدا کے خاندان میں شامل ہو جاتے۔(گلتیوں 3 باب 16 تا 18 آیت اور 26 تا 29 آیت) ابرہام کے ساتھ کئے گئے عہد کی تکمیل خداوند یسوع مسیح کے وسیلہ ہی سے ممکن ہونا تھی۔

خداوند یسوع مسیح داؤد کی نسل بھی تھا۔ وہی راست، واجب اور مناسب بادشاہ تھا۔(متی 1:1 اور لوقا 1 باب 32 آیت، رومیوں 1 باب 3 آیت) داؤد کے ساتھ کئے گئے عہد کی تکمیل کا حل بھی خداوند یسوع ہی تھا۔ وہی شاہی نسل سے پیدا ہوا اور خدا سے پورے طور پر وفادار اور کامل تھا۔ اُس نے کبھی بھی خدا کی نافرمانی نہیں کی تھی۔ اُس نے کبھی کوئی گناہ بھی نہیں کیا تھا۔(2 کرنتھیوں 5 باب 21 آیت، عبرانیوں 4 باب 15 آیت، 1 پطرس 2 باب 21 آیت) یہ حقیقت کہ اُس نے کبھی گناہ نہیں کیا تھا اس بات کا یہ مطلب بھی ہے کہ وہ خدا کی شریعت کے

مقصد اور کوہ سیناپر کیئے گئے عہد کی کامل مثال تھا۔ خداوند یسوع مسیح خدا کی صورت اور شبیہ تھا۔(2 کرنتھیوں 4 باب 4 آیت۔ کلسیوں 1 باب 15 آیت)

وہ اس بات کا نمونہ تھا کہ خدا کی صورت کا اظہار کیسا ہوتا ہے۔ خداوند خدا یہی چاہتا ہے کہ ہم خداوند یسوع مسیح کے نمونے کی تقلید اور پیروی کریں۔(2 کرنتھیوں 3 باب 18 آیت۔ کلسیوں 3 باب 10 آیت) جی ہاں شاگرد ہونے کا یہی مطلب ہے۔(1 پطرس 2 باب 21 آیت) اس موضوع پر ہم تفصیل سے بعد میں غور کریں گے۔

خدا کا انسان بن جانا، اس بات کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ خدا انسان بن سکتا ہے کیونکہ وہ ایک شخص سے بڑھ کر ہے۔ خدا تین شخصیات پر مشتمل ہے جو فطرت کے لحاظ سے ایک ہی ہیں۔ بائبل مقدس "باپ"، "بیٹا" اور "پاک روح کی اصطلاح استعمال کرتی ہے۔ یہاں پر غور کریں تین شخصیات کو فرداًفرداًبیان کیا گیا ہے۔ ہم مسیحی لوگ اِسے تثلیث کہتے ہیں۔ "خدا بیٹا" یسوع مسیح کی صورت میں آدم بن گیا۔(یوحنا 1:1 اور 14 تا 15 آیت) علم الٰہیات کے ماہرین اُسے تجسم کہتے ہیں، ایک ایسی اصطلاح جس کا معنی ہے "جسم اپنا لینا"۔ خداوند یسوع ہی وہ کامل انسان تھا جس پر خدا باپ اپنے عہد کی تکمیل کے لئے بھروسہ کر سکتا تھا۔

آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے شروع ہی میں یہ کہا تھا کہ خدا باپ کو بنائے عالم سے پیشتر اس بات کا علم تھا کہ اُس نے اپنے بیٹے کو اس دُنیا میں اپنے لوگوں کو اپنے خاندان میں واپس پھیر لینے کے لئے بھیجنا ہے۔(افسیوں 1:1 تا 14 آیت 1 پطرس 1 باب 20 آیت) حیرت انگیز بات یہ ہے کہ بیٹا انسان بن جانے کے لئے تیار تھا۔ وہ تیار تھا کہ جسمانی طور پر دُکھ اٹھا کر مر جائے تاکہ خدا کو انسانوں کا ایک خاندان مل جائے۔ عہد جدید میں اس گفتگو کو کچھ یوں قلمبند کیا گیا ہے۔

"اِسی لئے وہ دُنیا میں آتے وقت کہتا ہے کہ تو نے قربانی اور نذر کو پسند نہ کیا۔ بلکہ میرے لئے ایک بدن تیار کیا۔ پوری سوختنی قُربانیوں اور گناہ کی قربانیوں سے تو خوش نہ ہوا۔ اُس وقت میں نے کہا کہ دیکھ میں آیا ہُوں۔(کِتاب کے ورقوں میں میری نسبت لکھا ہوا ہے) تاکہ اَے خدا تیری مرضی پوری کرُوں۔"(عبرانیوں 10 باب 5 تا 7 آیت)

یہ اچھی بات ہے کہ خدا بیٹا یسوع کے روپ میں پیدا ہونے کے لئے تیار ہو گیا۔ نہ صرف عہد خطرے میں تھے بلکہ اُس مشکل اور مصیبت پر غلبہ خطرے سے دوچار ہو گیا تھا۔ ہمیں یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ واقع ہونے والی بغاوتوں کا تقاضا تھا کہ خدا انسان بن جائے۔ کیونکہ خدا نے بنی نوع انسان کے خاندان میں شامل ہو کر روح القدس کے نزول کو ممکن بنانا تھا۔

زوال کے مسئلہ سے بڑھ کر

چونکہ خدا نے خداوند یسوع مسیح کی صورت میں انسانی روپ دھار لیا تھا، اس لئے اب وہ مر سکتا تھا۔ یہ بہت اہم تھا کیونکہ جی اُٹھی زندگی موت کو مغلوب کرتی۔ آپ اُس وقت تک دوبارہ زندہ ہو نہیں سکتے جب تک پہلے آپ مر نہ جائیں۔ خداوند یسوع خدا تھا اور اُس کے پاس یہ شکتی تھی کہ وہ خود کو دوبارہ سے زندہ کر سکتا۔ (یوحنا10 باب 17 اور 18 آیت) چونکہ خداوند یسوع کی موت خدا باپ کا منصوبہ تھا، اس لئے خدا کو بنائے عالم سے پیشتر یہ علم تھا کہ وہ یسوع مسیح کو مُردوں میں سے زندہ کر لے (اعمال 2 باب 23 اور 24 آیت، 32 آیت 3 باب 15 آیت۔ 10 باب 40 آیت، گلتیوں 1:1)

خداوند یسوع مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے سبب سے ہمارے اور خدا کے درمیان فاصلہ ختم ہو گیا۔ موت پر غلبہ پالیا گیا۔ یہ سب باغِ عدن میں ہونے والی بغاوت کے اثرات تھے۔ وہ مسئلہ جو آدم اور حوا نے شیطان کے بہکاوے اور آزمائش میں آکر کھڑا کیا تھا اب حل ہو گیا۔ ہر وہ شخص جو یہ ایمان رکھتا ہے کہ خداوند یسوع مسیح کی موت اور جی اُٹھی زندگی گناہوں کی معافی اور ابدی زندگی فراہم کرتی ہے وہ ہمیشہ کے لئے خدا کے گھرانے میں شامل ہو جاتا ہے۔ (رومیوں 4 باب 16 تا 25 آیت 8 باب 10 اور 11 آیت۔ 10 باب 9 اور 10 آیت

1 کرنتھیوں 6 باب 14 آیت)

جب خداوند یسوع مسیح مُردوں میں سے زندہ ہو گیا تو پھر اُسے واپس آسمان پر واپس جانا تھا۔ خداوند یسوع مسیح آسمان پر جا کر خدا باپ کی دہنی طرف تخت نشین ہو گیا۔ (مرقس 16 باب 19 آیت، یوحنا 20 باب 17 آیت۔ کلسیوں 3 باب 1 آیت، عبرانیوں 12 باب 2 آیت) خداوند یسوع مسیح کے آسمان پر جانے سے ہی روح القدس کا نزول ممکن ہونا تھا۔ جس نے ایمانداروں کے دلوں کو اپنا مقدس بنالینا تھا۔

(اعمال 2 باب 33 آیت۔ رومیوں 8 باب 9 سے 11 آیت)۔ خداوند یسوع مسیح کو جانا تھا تاکہ روح القدس آسکے۔ (یوحنا 14 باب 25 تا 26 آیت۔ 15 باب 26 آیت۔ 16 باب 7 آیت۔ لوقا 24 باب 49 آیت)

روح القدس کا نزول اُس نئے عہد کی تکمیل تھا جسے یرمیاہ نبی اور حزقی ایل نبی نے بیان کیا تھا۔ (یرمیاہ 31 باب 31 تا 24 آیت، حزقی ایل 36 باب 22 تا 28 آیت)۔ روح القدس نے ہی زوال پر فتح بخشنی تھی۔ (گلتیوں 5 باب 16 تا 17 آیت) اور جس کے کام خداوند یسوع مسیح سے بھی "بڑے" ہونے تھے۔ (یوحنا 14 باب 12 آیت) خداوند یسوع مسیح کو علم تھا کہ اُس کی موت اور اُس کا مُردوں میں سے زندہ ہو جانا ہی نئے عہد کی تکمیل کی کنجی ہے۔ اسی لئے تو آخری کھانے پر خداوند یسوع نے اپنے شاگردوں کو بتایا کہ اُس کا خون۔ "عہد کا خون" ہے جو اُن کے لئے بہایا جاتا ہے۔ (متی 26 باب 28 آیت، مرقس 14 باب 24 آیت۔ لوقا 22 باب 20 آیت) جب خداوند یسوع مسیح آسمان پر چلا گیا اور روح القدس کا نزول ہو گیا تو پھر بنی نوع انسان زوال اور انسانی فطرت میں بگاڑ کے خلاف بے بس اور بے یار و مددگار نہ رہے۔

لُبِ لباب یہ ہے کہ انسانی خاندان رکھنے کی راہ میں در پیش مسائل اور انسان کی ابدی ناکامی اور بغاوت کا قلع قمع کرنے کے لے خدا کو انسان کا روپ دھارنا پڑا اور اس کے ساتھ عہد قائم کر کے اس عہد کو خود ہی پایہ تکمیل تک پہنچانا پڑا۔

اس کتاب میں بنیادی سوال پر غور و خوص کریں۔ خدا کیا چاہتا ہے؟ وہ آپ کو چاہتا ہے۔ اور اُس نے اپنے لاثانی بیٹے کو اس زمین پر گناہ اور موت کا مسئلہ حل کرنے کے لئے بھیجا تا کہ بنی نوع انسان کے ساتھ اپنے عہد کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکے۔ تا کہ وہ آپ کو پھر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گھر واپس لا سکے۔ خدا نے انسانی خاندان میں شمولیت اختیار کی۔ کوئی اور طریقہ کار نہیں تھا۔ بہت سی وجوہات ہیں جن کی بنا پر خوشخبری کا ہمارے اس روّیے اور طرزِ فکر سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ ہم اپنی نجات اور خدا کی محبت کے حصول کے لئے کچھ روحانی محنت کریں یا نیک اعمال کرنے کے لئے تگ و دَو کرتے رہیں۔

،، ایسا سوچنا بھی حماقت ہو گی کہ ہمارے ناکامل روّیے کبھی یا کسی بھی طور پر خدا کی نجات حاصل کرنے اور اُس کی نظر میں مقبولیت حاصل کرنے کے لئے کافی ہوں گے۔ اگر ہم اپنی نیکیوں، خوبیوں اور صلاحیتوں کی بنا پر ہی نجات پا سکتے تو مسیح کی آمد، اُس کی موت اور اُس کا مُردوں میں سے جی اُٹھنا عبث تھا۔

شیطان اور اُس کے خادم

اس کہانی میں ایک اور موڑ بھی ہے، میں نہیں چاہتا کہ آپ اُسے جانے بغیر آگے بڑھ جائیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کسی چیز پر حیرت زدہ ہوں، مجھے معلوم ہے کہ میں اس بات پر محوِ حیرت ہوا تھا۔ (ایک سے زیادہ دفعہ) اگر خداوند یسوع مسیح کی موت اور اُس کے مُردوں میں سے زندہ ہو جانے کے باعث اس کام کے اثرات ختم ہو گئے جو سانپ (شیطان) نے کیا تھا۔ یعنی بدی اور ناراستی کی رکاوٹ کھڑی کر دی جو پوری دُنیا میں سرایت کر گئی۔ اُس نے قوموں کے سرکش اور نافرمان معبودوں کے اختیار کو واپس لے لیا تو پھر کیوں شیطان اور اُس کی بدروحوں نے خداوند یسوع مسیح کو اس زمین پر ہلاک کیا؟ یہ بہت بڑی حماقت معلوم ہوتی ہے۔

اس پر غور کریں۔ خدا کے منصوبے میں ہر ایک چیز کی قلید (کنجی) خداوند یسوع مسیح کی موت تھی۔ کیونکہ دوبارہ زندہ ہونے کے لئے آپ کو مرنا پڑتا ہے اور جی اُٹھی زندگی ہی موت پر غالب آتی ہے۔ خداوند یسوع مسیح اُس وقت تک واپس آسمانی باپ کے پاس نہیں جا سکتا تھا جب تک وہ اُس کام کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچا لیتا جو باپ نے اُسے کرنے کے لئے اس زمین پر بھیجا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ روح القدس نے اُس وقت تک زوال کے اثرات پر فتح بخشنے کے لئے نہیں آنا تھا جب تک خداوند یسوع مسیح سونپے گئے کام کو مکمل کر کے آسمانی باپ کے پاس واپس نہ چلا جاتا۔ اگر شیطان اور تاریکی کی قوتیں خداوند یسوع کو تنہا چھوڑ دیتی، تو خدا کا منصوبہ ناکام ہو جاتا۔ کیا وہ مافوق الفطرت بیوقوف ہیں؟

میں نے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے۔ یہ بہت ہی دلکش بات ہے! عہدِ جدید اس سوال کا جواب دیتا ہے۔ خداوند یسوع مسیح کی خوشخبری(انجیل) کے تعلق سے بات کرتے ہوئے (جس کی اُس نے منادی بھی کی)۔ پولس رسول نے کہا۔

"بلکہ ہم خدا کی وہ پوشیدہ حکمت بھید کے طور پر بیان کرتے ہیں جو خدا نے جہان کے شروع سے پیشتر ہمارے جلال کے واسطے مقرر کی تھی جسے اس جہان کے سرداروں میں سے کسی نے نہ سمجھا کیوں کہ اگر سمجھتے تو جلال کے خداوند کو مصلوب نہ کرتے۔" (1 کرنتھیوں 2 باب 7 اور 8 آیت)

"حکمران" وہ لفظ ہے جسے پولس رسول نے کسی اور جگہ پر رُوحوں کے عالم میں بُری روحوں کے اراکین کے لئے استعمال کیا ہے۔(افسیوں 3 باب 10 آیت۔ 6 باب 12 آیت۔ کلسیوں 1 باب 16 آیت) نکتہ بہت سادہ اور عام فہم ہے۔ شیطان، بدرُوحیں اور خدا کے فرزندوں کے مخالفین کو یہ علم ہی نہیں تھا کہ خدا کا منصوبہ کیا ہے۔ بلاشبہ اُنہیں یہ تو علم تھا کہ خداوند یسوع مسیح کون ہے (جب اُس نے خدمت کا آغاز کیا) اُنہوں نے اسے "خدا کا بیٹا" کہا اور پھر "حق تعالی کا بیٹا" بھی کہا۔ (متی 4 باب 1 تا 11 آیت۔ 8 باب 29 آیت۔ مرقس 1 باب 12 اور 13 آیت، 21 تا 24 آیت۔ 3 باب 11 آیت۔ لوقا 4 باب 1 تا 13 آیت۔ 31 تا 37 آیت۔ 8 باب 28 آیت) عہدِ عتیق اِسے اور بھی واضح کرتا ہے کہ خدا اب بھی انسانی خاندان چاہتا ہے جو اُس کے ساتھ حکمرانی کرے۔ بالکل اُسی منصوبے کے تحت جو اُس نے باغِ عدن میں آدم اور حوا کے لئے تشکیل دیا تھا۔ شیطان اور اُس کے لشکر اندازہ کرسکتے تھے کہ وہ حالات کا پانسہ پلٹنے کے لئے اس دُنیا میں آیا ہے۔ لیکن اُنہیں یہ علم نہیں تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ظہور پذیر ہوگا۔ اُنہیں بس یہی جنون تھا کہ کسی نہ کسی طور سے اُسے ہلاک کردیں۔ لیکن یہی تو اس منصوبے کی تکمیل کی قلید تھی۔ خدا نے اُنہیں بیوقوف بناڈالا۔

ہم اس بات پر خوشی کا اظہار کرسکتے ہیں کہ خدا اپنے کسی بھی مافوق الفطرت دشمن سے کس قدر ذہین ہے لیکن آئیں اہم نکتہ پر غور کرتے ہیں۔ خدا نے انسانی خاندان میں شمولیت شیطان یا بدروحوں کو بیوقوف بنانے کے لئے نہیں کی تھی۔ اُس نے یہ سب کچھ اس لئے کیا کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ آپ اُس کے خاندان کا حصہ بن جائیں۔ اس سارے منصوبے کی تکمیل کے پیچھے اور کوئی محرک نہیں تھا۔ آپ کا حصول ہی اس منصوبے کی تکمیل تھا۔ تاکہ آپ خُدا میں اور خُدا کے لئے زندہ رہ سکیں۔

کہانی یہاں پر ہی ختم نہیں ہوتی۔ خداوند یسوع مسیح نے اپنے حصے کا کام کردیا۔ ہمیں سادہ اور اہم وجوہات کی بنا پر روح القدس کے کام پر بھی غور وخوص کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق ہمارے اُس کردار سے بھی ہے جو ہمیں بہت سے لوگوں کو خدا کے گھرانے میں شامل کرنے کے لئے ادا کرنا ہے۔

باب 5

خدا اپنے خاندان کا تعاقب کرتا ہے

جیسا کہ میں نے گزشتہ باب میں بیان کیا تھا، روح القدس کا نزول اُس نئے عہد کی تکمیل تھا جس کا بیان یرمیاہ نبی اور حزقی ایل نبی نے کیا تھا۔

(یرمیاہ 31:31 تا 34 آیت۔ حزقی ایل 36 باب 22 تا 28 آیت) رُوح القدس جب ہر ایک ایماندار میں اپنی خدمات سر انجام دیتا ہے تو پھر زوال اور بگاڑ کے خلاف فتح حاصل ہوتی ہے۔ اُسے خدا کے گرے ہوئے فرزندوں کے منہ پر طمانچہ کے طور پر دیکھیں۔ یہ مافوق الفطرت دشمن پر براہ راست دھاوا بھی ہے۔

روح القدس کی آمد نے خدا کے اُن فرزندوں کے خلاف خفیہ طور پر نفوذ اور سرائیت کرنے کی مہم کا آغاز کیا جنہیں خدا نے ترک کر کے دیگر قوموں کے سپرد کر دیا تھا (استثنا 32 باب 8 آیت) مافوق الفطرت مخلوق جو خدا کی خدمت کرنے کے لائق نہ رہی بلکہ ناپاک اور خراب ہو گئی۔ اور جو اپنے ماتحت لوگوں پر ظلم و ستم ڈھانے لگی۔ (زبور 82 آیت)

خداوند یسوع مسیح ان سب چیزوں سے آگاہ تھا۔ جب ہم عہدِ جدید کا مطالعہ کرتے ہیں تو عادتاً ہم اُسے چھوڑ دیتے ہیں یا سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ جو مسیح کے جی اُٹھنے کے بعد کے واقعات کو قلمبند کرنے کے لئے لکھی گئیں۔ (اعمال کی کتاب آخر تک۔ مکاشفہ کی کتاب)

اختتام کا آغاز

خداوند یسوع مسیح کے صعود فرمانے کے بعد روح القدس نے کام کرنا شروع کیا۔ (یوحنا 14 باب 26 آیت۔ 15 باب 26 آیت۔ 16 باب 7 آیت۔ لوقا 24 باب 49 آیت) جب مُردوں میں سے زندہ ہونے کے بعد خداوند یسوع ابھی زمین پر موجود تھا، تو اُس نے اپنے شاگردوں کو بتایا کہ کیا ہونے والا ہے۔

"اور اُن سے مل کر اُن کو حکم دیا کہ یروشلیم سے باہر نہ جاؤ بلکہ باپ کے اُس وعدہ کے پورا ہونے کے منتظر رہو جس کا ذکر تم مجھ سے سن چکے ہو۔ کیونکہ یوحنا نے تو پانی سے بپتسمہ دیا مگر تم تھوڑے دِنوں کے بعد روح القدس سے بپتسمہ پاؤ گے۔ لیکن جب روح القدس تُم پر نازل ہو گا تو تم قوت پاؤ گے اور یروشلیم اور تمام یہُودیہ اور سامریہ میں بلکہ زمین کی انتہا تک میرے گواہ ہو گے۔" (اعمال 1 باب 4 تا 5 اور 8 آیت)

اگر آپ اعمال کی کتاب کا مطالعہ جاری رکھیں تو آپ کو جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ خداوند یسوع مسیح کون سی چیز کو پہلے سے واقع ہوتے دیکھ رہے تھے۔ جب خداوند یسوع آسمان پر چلا گیا۔ (اعمال 1 باب 9 تا 11 آیت) تو پھر روح القدس آ گیا۔ اگلے ہی باب میں ہم آگ کے ساتھ خدا کے جلال کو دیکھتے ہیں۔

"جب عید پنتکِست کا دِن آیا تو وہ سب ایک جگہ جمع تھے۔ کہ یکایک آسمان سے ایسی آواز آئی جیسے زور کی آندھی کا سناٹا ہوتا ہے اور اُس سے سارا گھر جہاں وہ بیٹھے تھے گونج گیا۔ اور اُنہیں آگ کے شعلہ کی سی پھٹتی ہوئی زبانیں دکھائی دیں اور اُن میں سے ہر ایک پر آ ٹھہریں۔ اور وہ سب رُوح القدس سے بھر گئے اور غیر زبانیں بولنے لگے جس طرح روح نے اُنہیں بولنے کی طاقت بخشی۔" (اعمال 2 باب 1 تا 4 آیت)

بقیہ تفصیلات بیان کرتی ہیں کہ روح القدس نے مسیح کے پیروکاروں کو طرح طرح کی زبانیں بولنے کی توفیق عطا کی۔ وہ دُنیا بھر سے آئے ہوئے یہودیوں کو خداوند یسوع مسیح کی موت اور اُس کے جی اُٹھنے کی کہانی بتا رہے تھے۔ دوسرے ملکوں میں "یہودی" وہ نام تھا جو اسرائیلیوں کو دیا گیا تھا جو پرانے عہد نامہ کے دَور میں اسیری کے سبب جابجا تتر بتر ہو گئے تھے۔ وہ یہودی جنہوں نے مسیح کے پیروکاروں کو اُن ہی کی اپنی زبان میں منادی کرتے ہوئے سنا، وہ عہدِ عتیق کے اسرائیلیوں کی اولاد تھے۔ وہ یروشلیم میں اسرائیل کے مذہبی کیلنڈر کے مطابق ایک مقدس تہوار کو منانے کے لئے جمع ہوئے تھے۔

یروشلیم میں موجود لوگ جو مسیح کے پیروکاروں کو جانتے تھے کہ وہ کون ہیں لیکن اب وہ اُنہیں نشہ کے سبب سے حالتِ دیوانگی میں سمجھ رہے تھے۔ یہ اچانک سے نہیں ہوا تھا کہ یہ لوگ طرح طرح کی زبانیں بولنے لگے۔ پطرس رسول نے سب پر واضح کر دیا کہ اصل میں سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔ اُس نے بڑی دیانتداری، صفائی اور وضاحت سے سب کچھ سمجھا دیا۔

"لیکن پطرس اُن گیارہ کے ساتھ کھڑا ہوا اور اپنی آواز بلند کر کے لوگوں سے کہا کہ اَے یہودیو! اور اَے یروشلیم کے سب رہنے والو! یہ جان لو اور کان لگا کر میری بات سنو۔ کہ جیسا تم سمجھتے ہو یہ نشہ میں نہیں کیوں کہ ابھی تو پہر ہی دن چڑھا ہے بلکہ یہ وہ بات جو یُوایل نبی کی معرفت کہی گئی ہے کہ۔ خُدا فرماتا ہے کہ آخری دِنوں میں ایسا ہو گا کہ میں اپنے رُوح میں سے ہر بشر پر ڈالوں گا اور تمہارے بیٹے اور تمہاری بیٹیاں نبوت کریں گی اور تمہارے جوان رویا اور تمہارے بُڈھے خواب دیکھیں گے۔ بلکہ میں اپنے بندوں اور اپنی بندیوں پر بھی اُن دِنوں میں اپنے روح میں سے ڈالوں گا اور وہ نبوت کریں گی۔ اور میں آسمان پر عجیب کام اور نیچے زمین پر نِشانیاں یعنی خون اور آگ اور دھوئیں کا بادل دکھاؤں گا۔ اور یوں ہو گا کہ جو کوئی خداوند کا نام لے گا نجات پائے گا۔ اَے اسرائیلیو! یہ باتیں سنو کہ یسوع ناصری ایک شخص تھا جس کا خدا کی طرف سے ہونا تُم پر اُن معجزوں اور عجیب کاموں اور نشانوں سے ثابت ہوا جو خدا نے اُس کی معرفت تم میں دکھائے۔ چنانچہ تم آپ ہی جانتے ہو۔ جب وہ خدا کے مقررہ انتظام اور علمِ سابق کے موافق پکڑوایا گیا تو تم نے بے شرع لوگوں کے ہاتھ سے اُسے مصلوب کروا کر مار ڈالا ۔ لیکن خُدا نے موت کے بند کھول کر اُسے جِلایا کیونکہ ممکن نہ تھا کہ وہ اُس کے قبضہ میں رہتا۔ پس خُدا کے دہنے ہاتھ سے سربلند ہو کر اور باپ

سے وہ رُوح القدس حاصل کر کے جس کا وعدہ کیا گیا تھا اُس نے یہ نازل کیا جو تم دیکھتے اور سنتے ہو۔"(اعمال 2 باب 14 تا 19 آیت۔ 21 تا 24 آیت، 33 آیت)

پطرس رسول اُنہیں بتا رہا تھا کہ جو کچھ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ اور کانوں سے سن رہے ہیں وہ ایک ایسا معجزہ ہے جو خدا کے پاک روح کے نزول کے سبب سے ممکن ہوا ہے۔ اُس نے اُنہیں بتایا کہ خدا نے اپنا پاک روح نازل کیا ہے تا کہ اُنہیں بتائے کہ کیا واقع ہوا ہے۔ مسیح آیا تھا، اُسے قتل کیا گیا اور پھر وہ مُردوں میں سے زندہ ہو گیا۔ اور اب ضرورت ہے کہ وہ اُس پر ایمان لائیں۔ جب پطرس رسول نے یہ سب باتیں وضاحت سے بیان کی تو حیرت انگیز نتائج سامنے آئے۔ تین ہزار لوگ "خداوند یسوع مسیح پر ایمان لے آئے "اُنہوں نے گناہوں کی معافی اور ابدی خلاصی پائی۔(اعمال 2 باب 41 آیت)

کہانی میں یہ ایک ایسا موڑ ہے جہاں پر منادی کرنے والے صلیب کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ سب اچھا اور بھلا ہے۔ کیونکہ صلیب اور مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے سبب سے ہی یہ سب ممکن ہوا تھا۔ لیکن ایک بار پھر ہم اس کہانی کے اہم ترین پہلو کو چھوڑ رہے ہیں۔

مافوق الفطرت سرائیت اور نُفوذ

غور کریں اعمال 2 باب میں جو کچھ بھی ہوا تھا وہ روح القدس کے نزول کے تعلق سے تھا۔ روح القدس کا نزول نئے عہد کا انتہائی اہم عنصر تھا۔ خدا بنی نوع انسان سے نئے وعدے کر رہا تھا۔

بہت سے مسیحی ایمانداروں کو اس بات کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ خدا ایک روحانی جنگ کا آغاز کر رہا تھا تا کہ نہ صرف یہودیوں کو اپنے خاندان میں واپس لے لے جنہوں نے خداوند یسوع مسیح کو رد کر دیا تھا بلکہ وہ غیر اقوام کو بھی اپنے گلہ میں شامل کر رہا تھا۔ یعنی اُن قوموں کو بھی جنہیں اُس نے بابل کے بُرج کے مقام پر رد کر دیا تھا۔ خدا اپنے خاندان کو دوبارہ سے فراہم کرنے کی جستجو میں تھا۔ اِس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ اُس کے لوگ کہاں رہتے تھے۔ وہ اُنہیں دل سے چاہتا تھا اور اُس نے اُنہیں تلاش کر کے رہنا تھا۔

وہ حوالہ جو ابھی ہم نے اعمال 2 باب میں پڑھا، ہمیں بتاتا ہے کہ روح القدس آگ اور ہوا کے ساتھ نازل ہوا۔(اعمال 2 باب 2 اور 3 آیت) آگ اور "آگ کے ساتھ دھواں" پرانے عہد نامہ میں خدا کی حضوری کی رویا میں ایسے عناصر اکثر دیکھنے کو ملتے ہیں۔(خروج 13 باب 21 اور 22 آیت۔ حزقی ایل 1 باب 4 آیت۔ 13، 27 آیت) بعض اوقات خدا "بگولے" میں بھی آیا۔(یسعیاہ 6 باب 4 آیت۔ 6 آیت۔ حزقی ایل 1 باب 4 آیت۔ ایوب 38 باب 1 اور 40 باب 6 آیت) وہ یہودی جنہوں نے پطرس کا پیغام سنا اور روح القدس کے نزول کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا یہ جانتے تھے کہ نجات کا دن آ چکا ہے۔

دیکھیں اور غور کریں کہ یہاں پر کیا واقع ہوا تھا۔ تین ہزار یہودی جو اُن قوموں سے یروشلیم ایک تہوار کی یادگاری کے سلسلہ میں آئے تھے جہاں پر اُن کے آباؤ اجداد تتر بتر ہو گئے تھے۔ اُنہوں نے روح القدس کے نزول کی گواہی دی۔ وہ مسیحی بن کر مسیح یسوع کے پیروکار بن گئے۔ آپ کے خیال میں اُس کے بعد اُنہوں نے کیا کیا؟

وہ گھر چلے گئے

یہ بات کیوں کر اہم ہے؟ اب کھوئی ہوئی اور متروک اقوام کے درمیان تین ہزار لوگ مبشر بن کر اُبھرے وہ گویا پوشیدگی میں کام کرنے والے لوگ بن گئے۔ مخالفت کے باوجود وہ ثابت قدم اور قائم رہے۔ کیونکہ وہاں پر غیر معبودوں کا راج تھا۔ خدا اُنہیں استعمال کر کے اپنے انسانی خاندان کو بڑھاتا چلا گیا۔ وہ گویا بارش کا پہلا قطرہ تھے۔ اُن کی زندگی کا نصب العین اب کیا تھا؟ وہی حکم جو خداوند یسوع نے اپنے شاگردوں کو دیا تھا۔ ارشادِ اعظم۔ مسیحی لوگ بڑے اچھے طریقہ سے یہ آیت زبانی بھی جانتے ہیں۔

"پس تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ اور اُن کو باپ اور بیٹے اور روح القدس کے نام سے بپتسمہ دو۔ اور اُن کو یہ تعلیم دو کہ اُن سب باتوں پر عمل کریں جن کا میں نے تُم کو حکم دیا اور دیکھو میں دُنیا کہ آخر تک ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں۔" (متی 28 باب 19 اور 20 آیت)

لیکن ایک بار پھر یہاں پر ایک بات چھوٹ گئی ہے۔ یہ ارشادِ اعظم ہے۔ لیکن میں نے 18 آیت کو چھوڑ دیا۔ یہی وہ آیت ہے جو بشارتی خدمت کا ذکر کرتے ہوئے چھوڑ دی جاتی ہے۔ یہاں اس آیت میں خداوند یسوع کے بیان میں ایک اہم بات موجود ہے۔

"یسوع نے پاس آکر اُن سے باتیں کیں اور کہا کہ آسمان اور زمین کا کُل اختیار مجھے دیا گیا ہے پس تُم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ اور اُن کو باپ اور بیٹے اور روح القدس کے نام سے بپتسمہ دو۔ اور اُن کو یہ تعلیم دو کہ اُن سب باتوں پر عمل کریں جن کا میں نے تُم کو حکم دیا اور دیکھو میں دُنیا کہ آخر تک ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں۔" (متی 28 باب 18 تا 20 آیت)

کیا آپ نے غور کیا؟ خداوند یسوع مسیح کے پاس آسمان اور زمین کا کل اختیار ہے۔ آسمان کے اختیار کو سمجھنا قدرے آسان ہے۔ خداوند یسوع نے آسمان پر صعود فرمایا اور خدا باپ کی دہنی طرف جا بیٹھا۔ (عبرانیوں 12 باب 2 آیت۔ کلسیوں 3 باب 1 آیت)

لیکن "زمین کا اختیار" اس سے کیا مُراد ہے؟ اس بات کو بڑی آسانی سے نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ وہ مُردوں میں سے زندہ ہونے کے بعد ہی آسمان پر گیا تھا۔ اور یہ اس بات کی نشاندہی ہے کہ زمین پر کے رہنے والوں کا اختیار ختم ہو گیا۔ یہ زمین پر رہنے والے کون تھے؟ خدا کے گرائے گئے فرزند۔ یہی وہ گرائے ہوئے فرزند تھے جنہیں ترک کرنے کے بعد خدا نے اُنہیں غیر قوموں کے سپرد کر دیا تھا۔ (استثنا 32 باب 8 آیت)

آپ کے یہاں رہنے کا کوئی مقصد نہیں ہے

لُب لباب یہ ہے کہ خداوند یسوع مسیح کا مُردوں میں سے زندہ ہونا اور آسمان پر جانے کا معنی یہ ہے کہ اَب خدا سے باغی فرزندوں کا اختیار ختم ہو گیا۔ اب اُن قوموں میں موجود لوگوں پر اُن کا کوئی قانونی حق اور اختیار باقی نہیں رہا۔ نجات صرف اسرائیلیوں (یہودی قوم) کے لئے نہیں تھی۔ اگرچہ مسیح ابرہام اور داؤد کی نسل سے تھا۔ تاہم مسیح ہر قوم اور ہر شخص کے لئے نجات دہندہ تھا۔ مسیح کا مُردوں میں سے جی اُٹھنا، آسمان پر جانا اور روح القدس کا نزول خدا کے گرائے گئے فرزندوں کے خاتمے کی ابتدا کی طرف اشارہ تھا۔ اب اُن کی قانونی حیثیت ختم ہو چکی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ عہدِ جدید مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے اور آسمان پر جانے کو تاریکی کی مافوق الفطرت قوتوں کی شکست سے منسوب کرتا ہے۔ جب خدا نے "مسیح یسوع کو مُردوں میں سے زندہ کیا۔" (کلسیوں 2 باب 12 آیت) تو صرف ہمارے گناہوں کی معافی ہوئی۔

(کلسیوں 2 باب 13 اور 14 آیت) لیکن اُس نے ہوا کی عملداری کے حاکموں، اور اختیار والوں کو شرمندہ اور مغلوب کر کے اُنہیں بے اختیار کر دیا۔ (کلسیوں 2 باب 15 آیت) ان "حاکموں اور اختیار والوں" کو یاد کریں۔ یہ وہ اصطلاحات ہیں جنہیں پولس رسول خدا کے اُن گرائے گئے مافوق الفطرت فرزندوں کے لئے استعمال کرتا ہے جو عہدِ عتیق کے دَور میں قوموں کے درمیان بدی اور ناراستی کے معبود اور دیوتا بن گئے تھے۔ (رومیوں 8 باب 38 آیت) 1 کرنتھیوں 15 باب 24 آیت۔ افسیوں 1 باب 20 اور 21 آیت۔ 2 باب 2 اور 3 آیت، 10 آیت۔ 6 باب 12 آیت۔ کلسیوں 1 باب 13 آیت)

"حاکم اور اختیار والے" تاریکی کی شکست خوردہ قوتوں کو بیان کرنے کے لئے پولس رسول کی پسندیدہ اصطلاحات ہیں۔ جب وہ مُردوں میں سے زندہ ہوا تو پھر وہ آسمان پر چلا گیا۔ اور اب وہ خدا باپ کے دہنے ہاتھ بیٹھا ہے۔ اور فرشتے اور اختیارات اور قدرتیں اُس کے تابع کر دی گئیں ہیں۔ (اپطرس 3 باب 22 آیت) جب خدا نے مسیح خداوند کو مُردوں میں سے زندہ کر کے اپنی دہنی طرف بٹھایا تو خداوند یسوع کو حاکموں اور اختیار والوں پر سرفراز اور سربلند کیا گیا۔ نہ صرف اس زمانہ میں بلکہ آنے والے زمانہ میں بھی۔

(افسیوں 1 باب 20 آیت اور 21 آیت) ایک دور ایسا آنے والا ہے جب خداوند یسوع ساری حکومت اور اختیار اور قدرت نیست کر کے بادشاہی کو خدا یعنی باپ کے حوالہ کر دے گا۔ (1 کرنتھیوں 15 باب 24 آیت)

پولس رسول نے مُردوں میں سے جی اُٹھنے اور آسمان پر خداوند یسوع کے صعود فرما جانے کو خدا کے باغی اور گرائے گئے فرزندوں کے اختتام کے اشارے کے طور پر دیکھا جنہیں قوموں کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ اِس میں کوئی حیرت اور تعجب کی بات نہیں ہے کہ اُس نے اس خیال کو غیر

اقوام (متروک شدہ قوموں کے لوگ) کی نجات سے منسلک کیا ہے۔ مُردوں میں سے جی اُٹھنے والے مسیح اور روح القدس نے غیر اقوام کو تاریکی کی اُن قوتوں سے مخلصی عطا کرنا تھی جنہوں نے اُن کو اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ (زبور 82 باب 2 تا 5 آیت)

یاد کریں کہ خدا اُس وقت ابرہام پر ظاہر ہوا جب وہ بابل کے مقام پر قوموں کو تتر بتر کر چکا تھا۔ اُس نے ابرہام کو بتایا کہ اُس کے وسیلہ سے اور اُس کی نسل کے وسیلہ سے ایک دن سب قومیں برکت پائیں گی۔ پولس رسول جو کہ غیر قوموں کے لئے رسول چنا گیا تھا، یہ جانتا تھا کہ غیر اقوام خدا کے رحم و ترس کے لئے اُس کی تعریف و تمجید کریں گی۔ (رومیوں 15 باب 8 اور 9 آیت)

پولس رسول یہاں پر ہی بات کا اختتام نہیں کرتا۔ وہ عہدِ عتیق کا حوالہ دینے میں بھی دلچسپی رکھتا تھا کہ خدا نے کبھی بھی غیر اقوام کے تعلق سے مایوسی کا اظہار نہیں کیا۔ وہ اُنہیں بھی اپنے خاندان میں شامل کرنے کا آرزومند تھا۔ پولس رسول کو علم تھا کہ مسیح جسے عہدِ عتیق میں "یسی کی جڑ" کہا گیا ہے۔ (یسی داؤد بادشاہ کا باپ تھا) غیر قوموں پر حکمرانی کرنے کے لئے برپا ہو گا۔ اُسی کے نام سے غیر قومیں اُمید رکھیں گی۔

(یسعیاہ 11 باب 10 آیت) پولس رسول جانتا تھا متروک شدہ قومیں ایک دن زندہ اور حقیقی خدا کی پرستش اور عبادت کریں گی۔

(زبور 117 باب 1 آیت)

روحانی جنگ کی اس مہم کی شروعات اُس وقت ہوئی جب روح القدس نازل ہوا اور تین ہزار کے قریب لوگ مسیح یسوع پر ایمان لے آئے۔

(اعمال 2 باب) وہ نو مرید ایماندار اپنے آبائی گھروں کو واپس لوٹ گئے۔ خداوند یسوع کی خوشخبری کا پیغام مافوق الفطرت قوموں کے مخالفانہ تسلط کے باوجود قوموں میں پھیلتا چلا گیا۔ بائبل مقدس اِسے خدا کی "بادشاہی" کی وُسعت کہتی ہے۔ جب لوگ ناپاک اور اُن نجس معبودوں سے منہ موڑ لیتے ہیں جو اُنہیں ابدی زندگی نہیں دے سکتے اور خدا کے خاندان کا حصہ بن جاتے ہیں تو خدا کی بادشاہی میں وُسعت اور افزائش آتی ہے۔ ایک بادشاہت میں زوال اور دوسری بادشاہی میں وُسعت اور افزائش ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

ایک لحاظ سے خدا کی بادشاہی پہلے ہی سے یہاں پر موجود ہے۔ لیکن اس کے برعکس یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ خدا کی بادشاہی پورے طور پر ابھی یہاں پر موجود نہیں ہے۔ ایک لمحہ بھی خالی نہیں جاتا جب خدا اپنے ان بچوں کے تعاقب میں نہیں جاتا جنہیں وہ پیار کرتا ہے۔ اُس کا نادیدنی ہاتھ ہر جگہ موجود ہے۔ ہر طرح کے حالات و واقعات، میں بھی اُس کا ہاتھ اور اُس کی قدرت اُس کے خاندان کے بچوں کو پھلنے پھولنے کی قوت دیتی ہے۔ ایک دن خدا کا منصوبہ عروج تک پہنچے گا۔ ہر ایک چیز اپنی اصل حالت میں بحال ہو گی۔ کہانی کا اختتام اس بات کے حصول پر ہی ہو گا جو اس کے مصنف (خدا) کے ذہن میں تھا۔

باب 6

خدا اپنے خاندان کے ساتھ ہمیشہ رہے گا

میں نے گزشتہ باب کا اختتام چند اہم نکات کے فہم وادراک کے حصول پر کیا تھا۔ مسیح زندہ ہو چکا ہے۔ وہ تمام لوگ جو صلیب پر اُس کے سر انجام دئے گئے کام کو اپنی نجات کا واحد ذریعہ یا وسیلہ سمجھتے ہیں ابدی زندگی پائیں گے۔ اگرچہ ہم پہلے ہی خدا کی بادشاہی کے اراکین بن چکے ہیں۔ (کلسیوں 1 باب 13 آیت) لیکن ابھی تک وہ بادشاہت پورے طور پر نہیں آئی اور نہ ہی پورے طور پر اپنے عروج کو پہنچی ہے۔

یہی بات شیطان اور خدا کی طرف سے رد کئے ہوئے فرزندوں کی شکست کے تعلق سے بھی کہی جاسکتی ہے۔ اُن کی سزا ابھی تک پایہ تکمیل کو نہیں پہنچی۔ شیطان کو خدا کی بادشاہی کے کسی رُکن پر کوئی اختیار حاصل نہیں ہے، موت پر اُس کی قدرت کا اختتام ہو چکا ہے۔ وہ بے اختیار کر دیا گیا ہے۔ ہم مسیح یسوع کے وسیلہ سے خدا کے ہو چکے ہیں اور یسوع موت پر فتح پا چکا ہے۔ تا کہ ہم اُس کے ساتھ اور خدا باپ کے ساتھ ابدی زندگی میں جانے کے لئے جی اُٹھی زندگی کا تجربہ کریں۔ (رومیوں 6 باب 8 اور 9 آیت، رومیوں 8 باب 11 آیت اور 1 کرنتھیوں 6 باب 14 آیت۔ 15 باب 42 تا 49 آیت) تاہم "ہوا کی عملداری کا حاکم یعنی وہ روح جو اب نافرمانی کے فرزندوں میں کام کرتی ہے۔"

(افسیوں 2:2) مصروفِ عمل اور خدا کے لوگوں کے خلاف سرگرمِ عمل ہے۔

اسی طرح تاریکی کی قوتوں کا اقتدار اختتام پذیر ہو چکا ہے۔ لیکن ابھی تک اُنہوں نے ہتھیار نہیں ڈالے۔ اب بھی وہ مزاحم ہوتی ہیں، اپنا حق جتاتی، لڑتی اور ہاری ہوئی جنگ کو اپنے نام کرنے کی بھرپور کوشش کرتی ہیں۔ ہر وہ شخص جو مسیح یسوع کے وسیلہ سے خدا کی فراہم کردہ نجات کو قبول کرتا ہے "تاریکی کی بادشاہت سے رہائی پاکر خدا کے عزیز بیٹے کی بادشاہت میں داخل ہو جاتا ہے" (کلسیوں 1 باب 13 آیت) جب خدا کی بادشاہی بڑھتی ہے، تو تاریکی کی بادشاہت کمزور پڑتی جاتی ہے۔

مستقبل پر نظر کرنے کی بجائے، جمود کا شکار بدی اور دُکھوں سے بھری دُنیا میں کھو جانا آسان لگتا ہے بعض اوقات یہ یاد رکھنا بھی مشکل ہوتا ہے کہ خداوند یسوع نے خدا باپ کی مرضی کے مطابق ہمیں موجودہ خراب جہاں سے خلاصی دینے کے لئے اپنے آپ کو قربان کر دیا۔

(گلتیوں 1 باب 4 آیت)

بائبل مقدس اس پیچیدہ صورتحال کو رد نہیں کرتی۔ بلکہ بڑی صفائی اور دیانتداری سے بیان کرتی ہے۔ "کیونکہ میری دانست میں اِس زمانہ کے دُکھ درد اس لائق نہیں کہ اُس جلال کے مقابل ہو سکے جو ہم پر ظاہر ہونے والا ہے کیونکہ مخلوقات کمال آرزُو سے خدا کے بیٹوں کے ظاہر ہونے کی راہ دیکھتی ہے۔ اس لئے کہ مخلوقات بطالت کے اختیار میں کر دی گئی تھیں نہ اپنی خوشی سے بلکہ اُس کے باعث سے جس نے اُس کو اِس اُمید پر بطالت کے اختیار میں کر دیا کہ مخلوقات بھی فنا کہ قبضہ سے چھوٹ کر خدا کے فرزندوں کے جلال کی آزادی میں داخل ہو جائے گی۔" (رومیوں 8 باب 18 تا 21 آیت)

کہانی کا نکتہ عروج

کہانی کے بقیہ حصہ میں، میں اختتام پر توجہ مرکوز کرنا چاہوں گا۔ ایک کارہائے عظیم کا یادگار اختتام بھی ہوتا ہے۔ بائبل مقدس کی کہانی بھی کچھ ایسے ہی ہے۔

اس کہانی کا اختتام وانجام اس بات پر ہو گا کہ ہم ابدی زندگی پائیں گے، موت بھی وہاں نہ ہو گی، ابدی جلال ہو گا۔ یہ واقعی پُر مسرت اور شادمانی سے معمور ایک زندہ اُمید ہے۔ لیکن "ابدی زندگی" بہت کچھ بیان نہیں کرتی۔ یہ محض دورانئے کا بیان ہے نہ کہ معیار زندگی۔

ابدی زندگی کا معیار ہمارے ذہنوں میں اس وقت منکشف ہوتا ہے، جب ہم نئے ابدی اور عالمگیر عدن میں کہانی کے اختتام پر غور وخوص کرتے ہیں۔ مکاشفہ کی کتاب، جو کہ بائبل مقدس کی آخری کتاب ہے کہانی کا اختتام عدن کی تصویر بیان کرتے ہوئے کرتی ہے۔

(مکاشفہ 21 اور 22 باب) خدا وہاں ہے۔ خدا نے انسان سے میل کر لیا ہے۔ خداوند یسوع مسیح وہاں پر ہے۔ حیات کا درخت وہاں پر ہے۔ دراصل یہ عدن پہلے والے عدن سے بہتر ہے۔ بدی کا قلع قمع ہو چکا ہے۔ اب کوئی بھی بغاوت اس دُنیا میں سر نہیں اُٹھائے گی۔ اس لئے تخلیق اب کامل طور پر پہلے سے بھی بہتر بنا دی گئی ہے۔ اب درختوں، جانوروں یا انسانوں میں کوئی موت یا بیماری موجود نہ ہو گی۔ ظلم و تشدد یا کسی پر جبر نہ ہو گا۔ یہ سب کچھ ایسا ہی ہو گا جس کا ہم نے پہلے کبھی تجربہ نہیں کیا۔ بالفاظ دیگر ایمانداروں کے لئے یہ ایک منفرد، پہلا اور انوکھا تجربہ ہو گا۔

باغِ عدن کے زاویئے سے دیکھیں تو ہم اُس بات کے بہت قریب پہنچ جاتے ہیں جس پر بائبل مقدس زور دیتی ہے۔ اور یہی کہانی کا عروج ہے۔ رومیوں 8 باب سے میں نے جو حوالہ دیا ہے، ہماری سوچ کو درُست سمت میں لا کر خدا کے حقیقی منصوبے کے قریب لے آتا ہے۔ "خدا کے بیٹوں کا ظاہر ہونا، خدا کے بچوں کا جلال" جی ہاں، تخلیق تجدیدِ نو کے لئے کراہ رہی ہے۔ لیکن یہ رہائی اور مخلصی اس وقت پایہ تکمیل کو پہنچے گی جب خدا کا انسانی خاندان جلال کی حالت میں پہنچے گا۔

بالفاظ دیگر جو کچھ خدا کر رہا ہے، اس کی تکمیل ہم میں اور ہمارے وسیلہ سے ہی ہو گی۔ بطور اُس کے بچے ہمارا رُتبہ مستقل طور پر اُس کی حضوری اور اُس کے ساتھ ہمیشہ موجود رہنے کے لئے موزوں اور مناسب ہے۔ یہی بائبل مقدس کی کہانی کا اہم حصہ ہے۔

یہاں پر ہم موجودہ وقت میں ہیں، یہ محض ایک نظارہ ہے۔ مکاشفہ کی کتاب نئے عدن کی آخری رویا ہے جو میرے لئے اس نکتہ کو واضح کرتی ہے۔

"پھر میں نے ایک نئے آسمان اور نئی زمین کو دیکھا کیونکہ پہلا آسمان اور پہلی زمین جاتی رہی تھی اور سمندر بھی نہ رہا۔ پھر میں نے شہر مقدس نئے یروشلیم کو آسمان پر سے خدا کے پاس اُترتے دیکھا اور وہ اُس دلہن کی مانند آراستہ تھا جس نے اپنے شوہر کے لئے سنگار کیا ہو۔ پھر میں نے تخت میں سے کسی کو بلند آواز سے یہ کہتے سنا کہ دیکھ خدا کا خیمہ آدمیوں کے درمیان ہے اور وہ اُن کے ساتھ سکونت کرے گا اور وہ اُس کے لوگ ہوں گے "(مکاشفہ 21 باب 1 تا 4 آیت)

ابدی شناخت

"خدا کے بیٹوں کا ظاہر ہونا۔ خدا کے بچوں کا جلال" یہ کہنے کا ایک انداز ہے کہ ایک دن ہم تبدیل ہو کر اُس کے بیٹے خداوند یسوع مسیح کی مانند ہو جائیں گے۔ جیسا کہ یوحنا رسول نے بیان کیا۔ "عزیزو! ہم اِس وقت خُدا کے فرزند ہیں اور ابھی تک یہ ظاہر نہیں ہوا کہ ہم کیا کچھ ہوں گے ۔اِتنا جانتے ہیں کہ جب وہ ظاہر ہو گا تو ہم بھی اُس کی مانند ہوں گے کیونکہ اُس کو ویسا ہی دیکھیں گے جیسا وہ ہے۔"

(1 یوحنا 3 باب 2 آیت (اسی خیال کو ایک اور انداز میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ "کیونکہ جِن کو اُس نے پہلے سے جانا اُن کو پہلے سے مقرر بھی کیا کہ اُس کے بیٹے کے ہم شکل ہوں تا کہ وہ بہت سے بھائیوں میں پہلوٹھا ٹھہرے۔"(رومیوں 8 باب 29 آیت)

"مگر ہمارا وطن آسمان پر ہے اور ہم ایک منجی یعنی خُداوند یسوع مسیح کے وہاں سے آنے کے انتظار میں ہیں۔ وہ اپنی اُس قوت کی تاثیر کے موافق جِس سے سب چیزیں اپنے تابع کر سکتا ہے ہماری پست حالی کے بدن کی شکل بدل کر اپنے جلال کے بدن کی صورت پر بنائے گا۔"

(فلپیوں 3 باب 20 اور 21 آیت)

ہمارا ہدف یہی ہے کہ ہم خدا کے جلال کے پرتو۔ خداوند یسوع مسیح کی مانند بن جائیں اور خدا کی خوبیاں ہم میں سے ظاہر ہوں۔ اور اب درجہ بدرجہ یہ عمل ہماری زندگی میں جاری ہے۔ "مگر جب ہم سب کے بے نقاب چہروں سے خداوند کا جلال اِس طرح منعکس ہوتا ہے جِس طرح آئینہ میں تو اُس خداوند کے وسیلہ سے جو رُوح ہے، ہم اُسی جلالی صورت میں درجہ بدرجہ بدلتے جاتے ہیں۔"(2 کرنتھیوں 3 باب 18 آیت)

بائبل مقدس ہماری کہانی کا اختتام مُردوں میں سے جی اُٹھنے اور تبدیل ہونے کے ساتھ کرتی ہے۔ ہم ابدی زندگی اور جلالی بدن پانے کے لئے زندہ ہوں گے۔ پولس رسول اِسے "آسمانی جسم" کے طور پر بیان کرتا ہے(1 کرنتھیوں 15 باب 35 سے 58 آیت)

آخری ہدف اور جلال پانے کے تعلق سے میرا پسندیدہ حوالہ قدرے غیر واضح ہے۔ یہ حوالہ عبرانیوں کی کتاب میں موجود ہے جہاں پر خداوند یسوع مسیح خدا کے ساتھ ہمارا اور خدا کو ہمارا تعارف کراتا ہے۔ خداوند یسوع خدا اور "جماعت" (خدا کے آسمانی فرزند) کے سامنے کھڑا ہوا اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اُسے ہم کو خاندان میں اپنے فرزند قبول کرتے ہوئے کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی۔(عبرانیوں 2 باب 11 آیت) اور پھر وہ خدا اور مافوق الفطرت خاندان کے لوگوں سے کہتا ہے۔ "اور پھر یہ کہ میں اُس پر بھروسا رکھوں گا اور پِھر یہ کہ دیکھ مَیں اُن لڑکوں سمیت جِنہیں خُدا نے مُجھے دیا۔" (عبرانیوں 2 باب 13 آیت)

یہ ہے آپ کی آخری منزل۔ یعنی آپ خدا کے گھرانے کے جائز اور مستقل رُکن بن جائیں۔ آخر پر، آپ خدا کے گھرانے کے لوگ ہوں گے۔ یہی وہ بات ہے جو خدا باپ ابتدا سے چاہتا ہے۔ اسی کے لئے پوری کائنات کراہ رہی ہے۔

ابدی شراکت

کیا آپ نے کبھی اس موضوع پر بات کی ہے کہ نئی تخلیق میں زندگی کیسی ہوگی؟ میں نے لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ وہاں پر دن رات خدا کی پرستش اور عبادت ہوا کرے گی۔ یا پھر ہم خداوند یسوع سے سوالات اور جوابات کا کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کریں گے۔ جلالی کلیسیا رفاقت اور محبت سے رہے گی۔

اگرچہ ہم یہ تصور کرتے ہوئے کچھ نتائج اخذ کرسکتے ہیں کہ کامل عدن میں زندگی کیسی ہوگی۔ بائبل مقدس اس تجربہ کے تعلق سے سب کچھ بیان نہیں کرتی۔ "جو غالب آئے اور جو میرے کاموں کے موافق آخر تک عمل کرے میں اُسے قوموں پر اختیار دوُں گا۔" (مکاشفہ 2 باب 26 آیت) "جو غالب آئے میں اُسے اپنے ساتھ اپنے تخت پر بٹھاؤں گا۔ جس طرح میں غالب آکر اپنے باپ کے ساتھ اُس کے تخت پر بیٹھ گیا۔" (مکاشفہ 3 باب 21 آیت) ایک دن ہم "فرشتوں کا انصاف کریں گے۔" (1 کرنتھیوں 6 باب 3 آیت)

درج بالا ان چھوٹے چھوٹے فقرات کا کیا معنی اور مفہوم ہے؟ ہم اس سوال سے آغاز کرسکتے ہیں، اب اس وقت قوموں پر کون بادشاہی کر رہا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے۔ خدا کے گرائے ہوئے فرزند جنہیں بابل کے مقام پر غیر اقوام کے حوالہ کردیا گیا تھا بالفاظ دیگر ابھی خدا نے قوموں کو پورے طور پر اپنے لئے حاصل نہیں کیا۔ جیسا کہ ہم پہلے ہی اس بات کو دیکھ چکے ہیں کہ خدا کی بادشاہی کی وسعت ایک درجہ بدرجہ جاری رہنے والا عمل ہے۔ جو شروع ہوچکا ہے لیکن ابھی پایہ تکمیل کو نہیں پہنچا۔ جب وقت پورا ہونے پر یہ عمل مکمل ہوجائے گا، ایماندار "

فرشتوں کا انصاف کریں گے۔ "ہم خدا کے گرائے ہوئے فرزندوں کی عدالت کریں گے۔ ہم اپنے بھائی یسوع بادشاہ کے ساتھ قوموں پر حکمرانی کریں گے۔

جب کبھی میں اس موضوع پر بات کرتا ہوں تو میرے ذہن میں بعض ناگزیر سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ ہمارے ذمہ کون سا کام ہو گا؟ کیا بعض ایمانداروں کے پاس دوسرے ایمانداروں کی بہ نسبت زیادہ اختیار ہو گا؟ کیا میں دوسرے ایمانداروں پر ایک افسر کی مانند ہوں گا؟ ہم کس طرح سبھی کے سبھی ایماندار حکمران ہوں گے؟ کیا ہمارے کام کی نوعیت سے معلوم ہو گا کہ کون کس پر اختیار رکھتا ہے؟

زوال پذیر اور شکست وریخت کا شکار دُنیا میں رہنے والے لوگوں کی طرف سے یہ قابلِ فہم سوالات ہیں۔ ہمارا نکتہ نظر اور سوچ اِس خراب جہاں کے اثرات سے آلودہ ہے۔ کیونکہ بائبل مقدس ہماری آخری حیثیت کو ایک مالک اور نوکر کے رشتہ کے طور پر بیان نہیں کرتی۔ بلکہ یہ ایک باپ اور بیٹے کا رشتہ ہو گا۔ ہم جو خدا کے فرزند ہیں، اپنے عزیزواقارب کے ساتھ مل کر اُس کے شانہ بشانہ کام کریں گے۔ خواہ یہ عزیزواقارب آسمانی ہوں یا پھر انسانی۔ ہم سب مل کر خدا کی صورت اور شبیہ کو ظاہر کریں گے جو کہ ہماری تخلیق کا اصل مقصد تھا۔ اور وہ بھائی جس کے ہم سب منتظر ہیں وہ یسوع ہے۔ خدا کے فرزند اُس کی مانند بنا دئے گئے ہیں۔ جو کہ ہمارے آسمانی باپ کی ہو بہو شبیہ اور صُورت ہے۔

نکتہ یہ ہے کہ نئے عدن میں ہماری حکمرانی نہیں، بلکہ یہ ایک خاندانی شراکت ہو گی۔ جب خاندان کے تمام اراکین جلال پائیں گے، تو پھر ہمیں کسی کی حکمرانی یا نگرانی کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔

سچ پوچھیں، ہم اس طرح کی کسی بات کا گمان بھی نہیں کر سکتے، ہم ایک زوال پذیر اور خراب جہاں میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ خدا ہمیں چاہتا ہے۔ وہ آپ کو چاہتا ہے۔ میرے اور آپ کے لئے اُس کی یہی مرضی ہے کہ ہم اسی طرح اُس کے ساتھ ابدی، پاک اور کامل زندگی کا تجربہ کریں، جس طرح شروع سے ہمارے لئے خدا کا ارادہ تھا۔ جیسا کہ بائبل مقدس بیان کرتی ہے، ایک روز ایسا ہی ہو گا۔

"بلکہ جیسا لکھا ہے ویسا ہی ہوا کہ جو چیزیں نہ آنکھوں نے دیکھیں نہ کانوں نے سُنیں نہ آدمی کے دِل میں آئیں وہ سب خُدا نے اپنے محبت رکھنے والوں کے لئے تیار کر دیں۔" (1 کرنتھیوں 2 باب 9 آیت)

خلاصہ اور سابقہ منظر

اب آپ کو علم ہو گیا ہے کہ بائبل مقدس کا لُبِ لباب کیا ہے۔ یہ ایک دلچسپ کہانی ہے۔

آپ حیران ہو رہے ہوں گے کہ ہم یہاں سے کہاں جائیں۔ اس کہانی کی روشنی میں بعض اہم خیالات پر غور و خوص کرنے کی ضرورت ہے۔

کہانی کے شروع ہی میں، میں نے ابرہام کے تعلق سے یہ لکھا تھا۔

پولس رسول نے ابرہام کو ایمان لانے والی وفاداری کے لئے استعمال کیا۔(رومیوں 4 باب 1 تا 12 آیت) ابرہام خدا پر ایمان لایا اور خدا نے اُسے اُس وقت قبول کر لیا جب اُس نے کسی قاعدے قانون کی پابندی نہیں کی تھی۔ ان قواعد و ضوابط کی تعمیل اور پاسداری اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ خدا پر ایمان لے آیا ہے۔ یہ اصول و ضوابط اعتقاد (ایمان) کا متبادل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ایمان یا اعتقاد ایک انتہائی ضروری چیز ہے۔ اُس اعتقاد پر وفاداری سے قائم رہنا جو خدا پر ہو، اس موضوع پر ہم بعد ازاں بات کریں گے۔ آج ہم اِسے شاگردیت کہتے ہیں۔ اعتقاد اور وفاداری دو مختلف اور منفرد چیزیں ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے منسلک تو ہیں لیکن ایک دوسرے کی جگہ نہیں لے سکتیں۔ یہی بات نجات اور شاگردیت کے تعلق سے بھی کہی جا سکتی ہے۔

پیراگراف کا یہ حصہ ہمارے لئے سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ چھوٹا سا جملہ "ایمان لانے والی وفاداری" ہمارے لئے رہنما ہو گا۔ میں اس کو وضاحت سے بیان کرنا چاہوں گا۔

"ایمان لانا"

اگلے حصہ میں ہم انجیل (خوشخبری) کے تعلق سے بات کرنے والے ہیں۔ ہم بات کریں گے کہ انجیل کیا ہے اور کیا نہیں ہے۔ ہم سیکھیں گے کہ اس کا کیا معنی ہے۔ از رُوئے بائبل مقدس انجیل کا متن کیا ہے۔ یہ بہت اہم بات ہے کیونکہ انجیل پر ایمان لانے ہی سے ہم خدا کے خاندان کے رُکن بنتے ہیں۔ اس پر ایمان لانے سے ہم نجات پاتے ہیں۔ نجات ایمان سے ہے۔ یہی وہ طریقہ ہے جس کے وسیلہ سے خدا نے نجات کا انتظام و انصرام کیا ہے۔ یہی وہ راہ ہے جس پر چل کر ہم خدا کے گھرانے میں شامل ہوتے ہیں۔ اب ساری باتوں کا مرکز و محور خداوند یسوع مسیح کا وہ کام ہے جو اُس نے صلیب پر ہمارے لئے سر انجام دیا ہے۔

"وفاداری"

کتاب کے آخری حصہ میں ہم شاگردیت کے بارے میں سیکھنے والے ہیں۔ "شاگرد" ایک اصطلاح ہے جس کا معنی ہے "پیروکار" خداوند یسوع مسیح کا شاگرد ہونے کا مطلب ہے اُس کی پیروی کرنا۔ اُس کے نقشِ قدم پر چلنا۔ خداوند یسوع مسیح نے کہا تھا "جس نے مجھے دیکھا اُس نے میرے باپ کو دیکھا۔" (یوحنا 14 باب 7 اور 9 آیت)۔ خداوند یسوع مسیح کے طرزِ زندگی سے یہ بات نمایاں تھی کہ وہ خدا باپ سے محبت رکھتا ہے۔ وہ خدا باپ اور اُس کے منصوبے سے وفادار رہا۔ شاگردیت یہ ہے کہ ہم عملی طور پر اِس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم خداوند یسوع اور خدا باپ سے محبت رکھتے ہیں۔ یہ خدا کی محبت کو کچھ کر کے حاصل کرنے والی بات نہیں ہے۔ بلکہ ہم خداوند یسوع سے اظہارِ محبت اُس کی شکر گزاری کرنے سے کرتے ہیں کہ اُس نے ہمارے لئے صلیب پر نجات کا کام مکمل کیا ہے۔ خداوند یسوع مسیح کا کفارہ اور نجات بخش کامل ہے، ہم اس میں کسی کمی بیش کو دُور کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں کرتے۔ بلکہ شکر گزاری اِس بات کا اظہار ہے کہ ہم خداوند یسوع کے اُس کام پر ایمان رکھتے ہیں جو اُس نے ہماری نجات کے لئے صلیب پر سر انجام دیا ہے۔ (یعقوب 2 باب 14 تا 26 آیت)

جیسا کہ ہم نے پہلے بھی کہا تھا، اعتقاد اور وفاداری ایک دوسرے سے منسلک ہیں لیکن دو منفرد چیزیں ہیں۔ یہ ایک دوسرے کی جگہ نہیں لے سکتیں۔ یہی بات نجات اور شاگردیت کے تعلق سے بھی کہی جا سکتی ہے۔ ہم اپنی نجات کے لئے خوشخبری پر ایمان لاتے ہیں۔ ہم خداوند یسوع کے شاگرد بن کر اُس سے اپنی وفاداری کا اظہار کرتے ہیں۔

حصہ دوئم

انجیل

باب 7

انجیل کیا ہے؟

ہو سکتا ہے کہ یہاں پر یہ سوال پوچھنا بڑا عجیب سا معلوم ہو۔ ہم نے بائبل مقدس کی کہانی کو جاننے اور سمجھنے کے لئے کافی وقت صرف کیا ہے۔ اور وہ کہانی یہی ہے کہ خدا کس طرح اپنا ایک خاندان چاہتا ہے۔ ہم اس انجیل پر ایمان لانے سے ہی اُس خاندان کا حصہ بنتے ہیں۔

میں نے یہ دریافت کیا ہے کہ بہت سے لوگ جو گرجہ گھر جاتے ہیں، وہ پورے طور پر انجیل کو نہیں سمجھتے۔ بہت سے لوگ تو اسے درُست طور پر بول بھی نہیں پاتے لیکن دیگر لوگ جو اسے ایک ربط اور ترتیب سے بیان کر سکتے ہیں اُنہیں یہ سادہ سا پیغام سمجھنے اور اُس کے تابع ہونے میں دشواری معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ ناقابل یقین حد تک سادہ ہے۔ حقیقی طور پر انجیل پر ایمان لانے میں ایک کشمکش کا سامنا ہوتا ہے کہ آیا یہ سب کچھ ابدی زندگی پانے کے لئے بہت ضروری ہے۔

شائد آپ میں سے بعض قارئین حیرت زدہ ہوں کہ میں یہ کیا بات کر رہا ہوں۔ میں یہ بات بڑے وثوق سے کہہ رہا ہوں۔

میں انجیل کی تعریف بیان کرنے سے آغاز کرتا ہوں۔ میں ساتھ ہی کچھ سوالات بھی پوچھوں گا جو کہ وضاحت کے لئے پوچھنے بہت ضروری اور اہم ہیں۔ ہمیں اس موضوع پر بات کرنے کی بھی ضرورت ہے کہ خوشخبری کیا نہیں ہے؟ جب ہم گفتگو کے اس مقام پر پہنچیں گے تو پھر آپ دیکھیں گے کہ اس کشمکش کا کیا معنی ہے جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔

اَنجیل کیا ہے؟ "اَنجیل" کی اصطلاح کو بیان کرنا کافی آسان ہے۔ بائبل مقدس میں "انجیل" لفظ نجات کے پیغام کے حوالہ سے تحریر ہے۔ انگریزی زبان کا لفظ "گاسپل" یونانی لفظ کا ترجمہ ہے (جو کہ عہدِ جدید کی اصل زبان ہے) اس کا معنی وہ اَجر ہے جو اُس شخص کو دیا جاتا ہے جو اچھی خبر لایا ہو اس لئے اکثر "آپ کو انجیل" کی اصطلاح خوشخبری کی جگہ پر سننے کو ملتی ہے۔ نجات کے پیغام کے بارے میں خوشخبری

آئیں اس بارے غور وخوص کریں۔ ہو سکتا ہے کہ یوں محسوس ہو کہ ہم نے کچھ سیکھا تھا۔ میرا خیال ہے کہ ہم نے واقعی کچھ سیکھا تھا۔ لیکن ہم نے وہ کچھ نہیں سیکھا جو واقعی ہمیں سیکھنے کی ضرورت تھی۔ یہ اچھی بات ہے کہ اب ہم ایک اصطلاح کو وضاحت سے بیان کریں۔ لیکن در اصل ہم نے نجات کے پیغام کے متن کے تعلق سے ابھی کوئی بات نہیں کی۔ ابھی ہم نے لفظ "انجیل" اور اِس کا معنی اور مفہوم بیان کیا ہے۔ لیکن یہ بیان نہیں کیا کہ انجیل در اصل کیا ہے۔

پس آئیں بیان کریں کہ انجیل کا کیا معنی ہے۔ خدا کی نجات کی پیش کش کا متن کیا ہے ؟خوشخبری کی تفصیلات کیا ہیں ؟اور کیوں یہ خوشخبری ہے ؟عہدِ جدید میں تقریباً سو بار یہ لفظ بیان کیا گیا ہے، اس لئے ہمیں اس قابل ہونا چاہئے کہ ہم اُسے وضاحت سے بیان کر سکیں۔

پولس رسول نے عہدِ عتیق کے کسی بھی مصنف سے زیادہ انجیل کے موضوع پر بات کی ہے۔ جو پیغام اُس نے یسوع کے بارے لوگوں کو سنایا اس کے لئے وہ لفظ "انجیل" استعمال کرتا ہے۔

"اب اَے بھائیو! میں تمہیں وہی خوشخبری جتائے دیتا ہوں جو پہلے دے چکا ہُوں جِسے تُم نے قبول بھی کر لیا تھا اور جس پر قائم بھی ہو۔ اُسی کے وسیلہ سے تُم کو نجات بھی ملتی ہے بشر طیکہ وہ خُوشخبری جو میں نے تمہیں دی تھی یاد رکھتے ہوں ورنہ تمہارا ایمان لانا بے فائدہ ہوا۔ چنانچہ میں نے سب سے پہلے تُم کو وہی بات پہنچا دی جو مُجھے پہنچی تھی کہ مسیح کتابِ مقدس کے مطابق ہمارے گناہوں کے لئے مُوا ہے۔ اور دفن ہوا اور تیسرے دن کتاب مقدس کے مطابق جی اُٹھا۔ "(1 کرنتھیوں 15 باب 1 تا 4 آیت)

پولس رسول نے اپنے پیغام یعنی انجیل کو کسی اور خط میں بھی وضاحت سے بیان کیا ہے۔

"پولس کی طرف سے جو یسوع مسیح کا بندہ ہے اور رسُول ہونے کے لئے بلایا گیا ہے اور خدا کی اُس خوشخبری کے لئے مخصوص کیا گیا ہے ۔جس کا اُس نے پیشتر سے اپنے نبیوں کی معرفت کِتابِ مقدس میں اپنے بیٹے ہمارے خُداوند یسوع مسیح کی نِسبت وعدہ کیا تھا جو جِسم کے اعتبار سے تو داوٗد کی نسل سے پیدا ہوا۔ لیکن پاکیزگی کی روح کے اعتبار سے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے سبب سے قدرت کے ساتھ خُدا کا بیٹا ٹھہرا ۔ جس کی معرفت ہم کو فضل اور رسالت ملی تا کہ اُس کے نام کی خاطِر سب قوموں میں سے لوگ اِیمان کے تابع ہو۔"

(رومیوں 1 باب 1 تا 5 آیت)

انجیل کا متن۔ خوشخبری۔ ان حوالہ جات میں واضح طور پر دیکھنے کو ملتا ہے۔ ذیل میں خوشخبری کے جزولازم دئے جا رہے ہیں۔

☆۔ خدا نے اپنے بیٹے کو بھیجا۔

☆۔ جو داوٗد کی نسل سے پیدا ہوا۔

☆۔ وہ ہمارے گناہوں کے لئے مُوا۔

☆۔ جو دفن ہوا۔

☆۔ اور جو مُردوں میں سے زندہ ہو گیا۔

یہ عناصر خوشخبری کا متن ہیں۔ میں ان عناصر کو اِس کہانی کی بڑی تصویر کے طور پر بیان کرنا چاہوں گا جس کا میں نے پہلے ذکر کیا ہے۔

خدا کا بیٹا انسان بن گیا۔ اُس نے دُکھ اُٹھایا اور صلیب پر ہمارے گناہوں کے لئے قربان ہو گیا۔ تا کہ ہمارے گناہ ہمیں خدا کے گھرانے سے باہر نہ رکھیں۔ وہ مُردوں میں سے زندہ ہو گیا تا کہ ہم بھی موت پر غالب آسکیں اور اپنے آسمانی باپ کے ساتھ ابدیت میں رہ سکیں جو حقیقی خدا ہے۔

آئیں تھوڑا تفصیل میں جاتے ہیں، اگر یہی خوشخبری ہے، تو یہ اچھی کیوں ہے؟ اس کی کئی ایک وجوہات ہیں۔ یہ اس لئے ہے کیونکہ نجات کا انحصار ہماری کارکردگی پر نہیں ہے۔ آپ مذکورہ حوالہ جات میں اپنے نیک اعمال اور راست کاموں کا ذکر کہیں بھی نہیں دیکھتے۔ انجیل کا متن یہ ہے کہ انجیل یہ نہیں کہ آپ نے کیا کیا ہے یا آپ مستقبل میں کیا کریں گے یا پھر آپ کو کیا کرنے کی ضرورت ہے؟ بلکہ انجیل یہ ہے کہ خداوند یسوع مسیح نے آپ کے لئے کیا کام سرانجام دیا ہے۔ یہی ہم سب کے لئے خوشخبری ہے۔ کیونکہ ہم میں سے کوئی بھی کامل نہیں ہے۔ کسی بھی دَور میں کوئی بھی شخص خدا کی کامل خوشنودی حاصل نہ کر سکا۔ ہم میں سے کوئی بھی اُس کے گھرانے میں رہنے کے لئے کامل اور درُست نہیں ہے۔ ہم اِس لائق نہیں کہ اُس کے نام سے بھی کہلا سکیں۔ بلکہ ہمیں خدا کے حضور مقبول ٹھہرایا جاتا ہے۔ انجیل کا متن ہمیں بتاتا ہے کہ یہ سب کیسے واقع ہوتا ہے۔

غور کریں کہ پولس رسول لوگوں کو خوشخبری سنانے کی منسٹری کو "ایمان کی تابعداری کا باعث" قرار دیتا ہے۔ جتنوں نے بھی اُس کے

پیغام کو سنا تھا وہ چاہتا تھا کہ وہ اُسے کامل یقین کے ساتھ مضبوطی سے تھامے رہیں۔ آپ کس طرح انجیل کی "تابعداری" کرتے ہیں؟ بپتسمہ پاکر؟ روپیہ پیسہ دینے سے؟ لوگوں سے اچھا رویہ اپنا کر؟ دوسروں کے معاملات میں دخل اندازی نہ کر کے؟ غریبوں کی مدد کر کے؟ یہ سب کچھ واجب، مناسب اور قابلِ قدر باتیں ہیں لیکن نہیں۔ خدا "ایمان کی تابعداری" چاہتا ہے۔ آپ انجیل پر ایمان لا کر اِس کی تابعداری کرتے ہیں۔

کیا آپ نے غور کیا ہے کہ پولس رسول نے "فہم و ادراک کی تابعداری" نہیں کہا؟۔ شاید ہم خدا کے تجسم (یسوع کے روپ میں جنم) کو پورے طور پر نہ سمجھ پائیں، ہو سکتا ہے کہ یہ بات بھی ہماری سمجھ سے بالاتر ہو کہ کس طرح کوئی مر کر دوبارہ زندہ ہو سکتا ہے۔ یہ سب کچھ ٹھیک ہے۔ خدا ہم سے کبھی بھی یہ تقاضا نہیں کرتا کہ ہم پورے طور پر ان معاملات کو سمجھیں اور پھر فائنل امتحان دینے کے انداز میں اُس کے پاس واپس آئیں۔ وہ اعتقاد چاہتا ہے۔ یہ سب باتیں کیوں کر معقول اور مناسب ہیں، یہ سمجھنے سے ہی آپ ان کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں۔

انجیل کا متن یہ ہے کہ خدا نے آپ کو معاف کرنے اور مستقبل بنیادوں پر معاف کر کے اپنے گھرانے میں شامل ہونے کی پیش کش کی ہے۔ اُس کی یہ پیش کش اُس کی محبت اور مہربانی کی عکاس ہے۔ بعض اوقات بائبل مقدس ایسی اصطلاحات کی جگہ پر لفظ "فضل" استعمال کرتی ہے۔ چونکہ کوئی اور بڑی قوت نہیں ہے۔ خدا کو یہ پیشکش دینے کے لئے مجبور نہیں کیا گیا تھا۔ کوئی اُسے مجبور نہیں کر رہا۔ وہ اِس لئے آپ کو

نجات کی پیش کش کرتا ہے کیونکہ وہ آپ کو چاہتا ہے۔ وہ آپ سے کسی اور چیز کا مطالبہ نہیں کرتا۔ صرف یہی کہتا ہے کہ ایمان لے آؤ۔ یہی انجیل کی خوشخبری ہے۔

ہمیں انجیل کی ضرورت کیوں کر پیش آتی ہے؟

ہو سکتا ہے کہ آپ یہ سوچ رہے ہوں کہ میں نے پہلے ہی جواب دے دیا ہے۔ میں نے لگ بھگ جواب دے ہی دیا ہے لیکن مسیحی حلقوں میں اپنے تجربہ کی روشنی میں، مجھے صاف گوئی سے سب کچھ بیان کرنے کی ضرورت ہے۔

ہمیں کیونکر انجیل کی ضرورت پیش آتی ہے؟ کیونکہ اس کے بغیر خدا کے ساتھ ابدی زندگی گزارنے کی کوئی اُمید نہیں ہے۔ بالکل بھی نہیں۔ ہم گناہ کے باعث خدا سے اجنبی اور بیگانہ ہو گئے تھے۔ ہم ایمان لے آئے کہ انجیل پر ایمان ہی اِس کا اعلاج ہے۔

بائبل مقدس ہماری اِس صورتحال کو کئی ایک طرح سے بیان کرتی ہے۔ خداوند یسوع مسیح نے کہا تھا کہ وہ "کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈنے اور نجات دینے کے لئے آیا ہے۔" (لوقا 19 باب 10 آیت) فطرتی لحاظ سے ہم "اپنے قصوروں اور گناہوں کے سبب سے مُردہ تھے"

(افسیوں 2 باب 1 اور 5 آیت) اور ہم "بے دین" بھی تھے (رومیوں 5 باب 6 آیت) ہم خدا سے الگ بھی تھے (افسیوں 4 باب 18 آیت) ہم خدا کے "مخالف" بھی تھے۔ (کلسیوں 1 باب 21 آیت) کیونکہ ہم اُس کے "دشمن" تھے۔ (رومیوں 5 باب 10 آیت) یہ کوئی خوبصورت تصویر نہیں ہے۔

بائبل مقدس کی وہ کہانی جس کو ہم جاننے کی کوشش کر رہے ہیں وہ بتاتی ہے کہ ہم کیا ہیں اور کیوں ہیں۔ ہم خدا کے گھرانے میں پیدا نہیں ہوئے تھے۔ ہم تو اُس کے گھرانے سے باہر پیدا ہوئے ہیں۔ تو بھی خدا ہمیں اپنے گھرانے میں شامل کرنے کا آرزومند ہے۔ ہم نے اپنی ذات میں خدا کی فطرت کے فقدان کے سبب اپنی ذہانت اور آزادی کا غلط استعمال کیا تا کہ جو کچھ ہم چاہتے ہیں اُسے حاصل کر سکیں۔ اس کاوش اور جدوجہد کے دوران ہم بہتوں کے لئے دُکھ کا باعث بھی ہوئے۔ ہمارا طرزِ زندگی ایسا ہے کہ کوئی دوسرا نہیں ہم خود ہی اپنی تباہی اور بربادی کا سامان کر رہے ہیں۔ جب ہمارا کردار اور روّیے خدا کی مانند نہیں ہوتے اور ہم اُس کے قوانین کو توڑتے ہیں، جب ہم اُس کے اصول وضوابط سے رُوگردانی کرتے ہی، دوسروں کو نقصان پہنچاتے اور اپنے مفادات کے حصول کے لئے دوسروں کو فریب بھی دیتے ہیں تو گناہ کرتے ہیں۔ فطرت کے لحاظ سے ہم گنہگار، خودغرض اور باغی ہیں۔ "سب نے گناہ کیا اور خدا کے جلال سے محروم ہیں۔" (رومیوں 3 باب 23 آیت)

یہ پڑھنا اور پڑھ کر افُسردہ ہونا یا پھر خفگی کا اظہار کرنا بہت آسان ہے۔ لیکن انجیل کی خوشخبری کی کہانی یہ ہے کہ خدا کو یہ سب علم تھا کہ تو بھی اُس نے ہم سے محبت رکھی۔ یہی بات انجیل کو نجات کے تعلق سے دیگر مذاہب کی تعلیمات سے منفرد اور قطعی مختلف قرار دیتی ہے۔ ہر

دوسرا مذہب گناہ کو ایک مسئلہ قرار دیتا ہے یا پھر اس مسئلے کے حل کو انسان کے نیک اعمال اور اچھا کردار بیان کرتا اور مذہبی رسومات، نمازیں پڑھنا اور مذہبی تہواروں کی یادگاری منانا قرار دیتا ہے۔

بلاشبہ صرف انجیل ہی انسان کی صورتحال اور اُس کے حل کے بارے میں صفائی اور دیانتداری سے بیان کرتی ہے۔ دیگر مذاہب اس حقیقت کو بیان نہیں کرتے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ خدا سے ایک فاصلے پر رہتے ہوئے بھی اس مسئلہ کو حل کر سکتے ہیں۔ یا پھر آپ کو کوئی مسئلہ درپیش ہی نہیں ہے۔ انجیل ہی آپ کو بتاتی ہے کہ خدا کو گناہ کے مسئلہ کا حل پیش کرنا پڑا اور اُس نے ایسا کیا بھی۔ انجیل نہایت شفاف اور صاف طریقہ سے انسان کی گناہ آلودہ حالت اور صورتحال کو بیان کرتی ہے خواہ آپ کو یہ سب کچھ جان کر دُکھ ہی کیوں نہ ہو۔ اس سے محبت ظاہر ہوتی ہے۔ آپ سے جھوٹ بولنے میں کوئی محبت نہیں ہو سکتی ہے؟

کیا نجات پانے کے اور بھی طریقے ہیں؟

میں اس کا جواب دینا چاہوں گا۔ لیکن میں اس سوال کو ایک مختلف زاویہ سے دیکھنا چاہوں گا۔ خدا معافی، نجات اور ابدی زندگی کی پیش کش بالکل مفت کرتا ہے۔ یہ کوئی ایسی چیز نہیں جسے آپ اپنی نیک اعمال، روحانی محنت اور مذہبی رسومات کی پابندی سے حاصل کر سکیں۔

درحقیقت ایسا ممکن ہی نہیں کہ آپ اپنی کاوشوں، راستبازی اور دُعاؤں سے خدا کے حضور مقبول ٹھہر کر یہ سب کچھ حاصل کر سکیں۔ اس کے لئے صرف ایک ہی چیز درکار ہے یعنی ایمان لانا۔ خداوند کے وعدوں پر توکل اور بھروسہ کرنا اور جو کچھ خداوند یسوع مسیح نے آپ کے لئے صلیب پر سرانجام دے دیا ہے اُسے پورے طور پر قبول کر لینا۔

انجیل پر ایمان رکھنے کا یہ معنی بھی ہے کہ آپ نجات کے لئے کسی اور تعلیم، طریقہ اور تکنیک پر یقین نہیں رکھیں گے۔ بائبل مقدس بیان کرتی ہے کہ نجات کا کوئی اور دوسرا وسیلہ یا ذریعہ نہیں ہے۔ غور کریں کہ خدا باپ نے کیوں کر اپنے عزیز بیٹے کو صلیب پر اس قدر ہولناک موت قبول کرنے کے لئے اس دُنیا میں بھیجا اگر آسمان کی بادشاہی میں داخل ہونے کا کوئی دوسرا راستہ موجود تھا؟ بیٹا انسان بن گیا اور اُس نے موت پر فتح پائی۔ یہی وہ واحد راستہ ہے کہ ہم نجات کے لئے خدا کے منصوبے پر ایمان لاتے ہوئے ابدی زندگی، گناہوں کی معافی اور خدا کی راستبازی میں شامل ہو کر خدا کے خاندان کا حصہ بن سکتے ہیں۔ خداوند یسوع مسیح کے علاوہ کوئی دوسری ہستی نہیں جو نجات دے سکے۔

(اعمال 4 باب 12 آیت) خداوند یسوع مسیح نے بڑے واضح انداز میں یہ بیان کیا۔ "یسوع نے اُس سے کہا کہ راہ حق اور زِندگی میں ہُوں کوئی میرے وسیلہ کے بغیر باپ کے پاس نہیں آتا۔" (یوحنا 14 باب 6 آیت)

اس بات میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ جو کچھ خداوند یسوع مسیح نے صلیب پر کام سرانجام دیا ہے، اس کو قبول کئے بغیر کوئی بھی شخص خدا کے خاندان کا حصہ نہیں بن سکتا۔ آپ دیگر عقائد کے ساتھ انجیل کو شامل نہیں کر سکتے۔ یہ بالکل منفرد، خاص، واضح اور قطعی پیغام ہے۔ بائبل مقدس جسے توبہ کہتی ہے، یہ اس کا ایک پہلو ہے۔ کچھ اور پہلو بھی ہیں، لیکن اُنہیں بعد ازاں زیرِ بحث لایا جائے گا۔

خوشخبری کیا نہیں ہے؟

جب ہم خوشخبری پر بات کر رہے ہیں تو ہماری گفتگو سے یہ بات بالکل واضح ہو رہی ہے کہ خداوند یسوع مسیح نے جو کچھ صلیب پر ہمارے لئے سرانجام دیا ہے، خوشخبری اسی سے متعلق ہے۔ ابدی زندگی، نجات اور گناہوں کی معافی یہ سب کچھ خداوند کی طرف سے مفت بخشش ہے۔ اور یہ سب کچھ ہر اُس شخص کے لئے ہے جو خداوند یسوع مسیح کے اُس کام پر ایمان رکھتا ہے جو اُس نے صلیب پر ہمارے لے سرانجام دیا ہے۔

ہماری تہذیب انجیل کے پیغام کو خلط ملط کر دیتی ہے۔ یہ انجیل کے پیغام کے متبادل کے طور پر غیر واضح "روحانیت" اور خود کو بہتر بنانے کی سوچ دیتی ہے۔ لیکن از روئے بائبل مقدس انجیل کا پیغام ایسی تمام چیزوں کی نفی اور تردید کرتا ہے جو اپنی کاوشوں سے نجات پانے کے بارے میں ہیں۔ انجیل (اور نجات) کا شخصی فہم و فراست اور بصیرت سے کوئی تعلق نہیں ہے جس میں اپنے آپ کو بہتر بناتے ہوئے اپنی نیت کو دیکھنے کے لئے اپنے باطن کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ انجیل روحانی علم و دانش سے نئے خیالات اور طریقوں کی اختراع کا نام نہیں ہے۔ یہ سب کچھ تو ذہانت پر مبنی یا پھر نفسیاتی کاوشیں اور سرگرمیاں ہوتی ہیں۔ یہ اَنجیل نہیں ہیں۔

لیکن "متبادل اناجیل" دریافت کر کے اُن کا سدِباب کرنا بہت آسان ہے۔ ایک اور بڑی چیز ہے جو لوگوں کو خدا کی پیش کردہ نجات کی پیش کش کے سادہ پیغام پر بھروسہ کرنے میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہے۔

میں نے پہلے بھی بیان کیا ہے کہ گرجہ گھر جانے والے بہت سے لوگ آج بھی انجیل کے پیغام کو سمجھنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ سوچ کے اس تانے بانے میں اُلجھے ہوئے ہیں کہ نجات نیک اعمال اور مذہبی رسومات کی پاسداری کرنے سے ملتی ہے۔ جس کے ساتھ ساتھ خداوند یسوع مسیح پر ایمان رکھنا بھی ضروری ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ یا پھر آپ کا کوئی واقف کار انجیل کی اصطلاح کو بیان کر سکے اور شاید اس کے معنی اور مفہوم کے اجزا بھی تفصیل سے بیان کر دے۔ لیکن اس کے باوجود اُنہیں یہ سوچ اور خیال درُست معلوم نہیں ہوتا کہ جو کچھ خداوند یسوع مسیح نے ہماری نجات کے لئے صلیب پر سرانجام دیا ہے وہ ابدی زندگی پانے کے لئے بہت ضروری اور کافی ہے ۔ یقیناً ہمیں کچھ کرنا ہو گا۔ وگرنہ، کس طرح ہم اس قدر بڑی نجات کے مستحق ہو سکتے ہیں؟

اگر آپ بائبل مقدس کی کہانی اور انجیل کے متن کو سمجھیں تو آپ فی الفور سمجھ جائیں گے کہ آپ خدا کی پیش کش کے لائق اور مستحق ہی نہیں ہیں۔ اور بہت سے لوگ اسی کشمکش کا شکار ہیں۔ ہمیں ایسا طرزِ عمل، طرزِ فکر اور مذہبی باتیں اچھی لگتی ہیں جن میں ہم اپنی کاوش سے کچھ حاصل کریں۔ ہم مفت کے مال سے فائدہ اُٹھانا نہیں چاہتے۔ ہمیں کوئی بھی ایسی چیز مفت میں لینا اچھا نہیں لگتا جس کے لئے ہم نے کوئی کام بھی نہ کیا ہوا۔

احساس جُرم بڑے پر اسرار طریقہ سے ہماری سوچ میں بگاڑ پیدا کر دیتا ہے۔ یہ ہماری ذہانت اور صلاحیت کو بھی مفلوج کر کے رکھ دیتا ہے۔ ایسا کہ ہم یہ دیکھنے، سمجھنے اور قبول کرنے سے قاصر رہتے ہیں کہ انجیل ایک غیر مشروط بخشش ہے۔ احساسِ جُرم انسان میں یہ سوچ پیدا کرتا ہے کہ کسی نعمت یا تحفے کو لینا اُس وقت ہی جائز اور مناسب ہے جب اُنھوں نے تحفہ دینے والے کے لئے کسی نہ کسی مقام پر کچھ کیا ہو۔ اور اگر وہ اپنے آپ کو اس کے لئے قائل نہ کر سکیں تو پھر وہ اپنے آپ کو اس نعمت یا بخشش کے مستحق قرار دینے کے لئے کچھ نہ کچھ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔

احساسِ جُرم کی وجہ سے ہم خدا کی اُس محبت کو جاننے سے قاصر رہتے ہیں جو انجیل کے پیغام میں پنہاں ہے۔ گویا احساسِ جرم انسان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دیتا ہے۔ ہمیں سمجھنا ہو گا کہ یہ سوچ کس قدر خود غرض اور خود پرست ہے۔

ہو سکتا ہے کہ یہ بات سخت معلوم ہو، لیکن میری پوری بات سنیں۔ جب آپ دوسروں کو اس سوچ کا قائل کرنے کے لئے بڑی جانفشانی کرتے ہیں کہ آپ بہت ہی قابلِ قدر ہیں تو پھر آپ اپنی ذات تک ہی محدود ہو کر رہ جاتے ہیں۔ کیونکہ آپ کا ہدف ہی یہ ہے کہ آپ نے دُوسروں سے محبت اور توجہ پانے کے لئے اُنہیں احساس دلانا اور اُن میں یہ سوچ پیدا کرنی ہے کہ آپ اُن کی محبت اور توجہ کے مستحق ہیں۔ ہم اپنے بارے میں اچھا محسوس کرنا چاہتے ہیں۔ (جیسا کہ ہم جائز طور پر کسی چیز کے مستحق ہوتے ہیں پس ہم وہ نہیں لیتے جو جائز طور پر ہمارا نہیں ہوتا) ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ دوسرے بھی ہمارے تعلق سے ویسا ہی محسوس کریں۔ (ہم یہ توقع کرتے ہیں کہ دوسرے ہمارے لئے ویسا ہی ردِ عمل ظاہر کریں جیسا کہ ہم نے اُنہیں اپنے بارے میں محسوس کروانے کی کوشش کی ہے۔)

انجیل ایسی سوچ سے ہمیں آزاد کر دیتی ہے۔ انجیل ہمارے باطن کو بے نقاب کر دیتی اور اس بات پر اصرار کرتی ہے کہ پوری توجہ اور دھیان خدا اور خداوند یسوع پر مرکوز رہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگوں کے لئے یہ لوہے کے چنے چبانے کے مترادف ہوتا ہے۔ یہ اجازت نہیں دیتی کہ ہم کوئی نیک نامی اپنے نام کر لیں یا اس تعلق سے کوئی فخر محسوس کریں۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ انجیل کو اس سے کچھ غرض نہیں کہ آپ کیا کرتے ہیں۔ بلکہ انجیل کو یہ فکر ہے کہ آپ پہلے سے کیا ہیں۔ آپ انسان ہیں۔ آپ خدا کی محبت کا مرکز و محور ہیں۔ آپ شروع ہی سے خدا کے منصوبے کا حصہ ہیں۔ آپ کو کسی بھی چیز کے لئے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ بالکل سادہ سی بات ہے!

چونکہ ہم گنہگار ہیں جو اس زوال پذیر اور مرتی ہوئی دُنیا میں رہتے ہیں۔ ہم اس سوچ کے اسیر ہو کر رہ گئے ہیں کہ اگر کسی شخص کو ہمارے ظاہر و باطن کا مکمل علم ہو جائے تو کوئی بھی ہم سے محبت نہیں کرے گا۔ نتیجاً ہم یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ خدا ہم سے محبت کرتا ہے۔ کیونکہ ہم میں کوئی بھی ایسی خوبی، لیاقت یا اچھائی نہیں کہ اُس کی توجہ حاصل کر سکیں۔ خدا ہمارے ہر ایک خیال، اعمال، کلام اور ہماری کیفیت سے واقف ہے۔ ہمارے اندر پیدا ہونے والا احساسِ جرم اور مشروط تعلقات کا رُجحان ہمارے لئے خدا کی اُتم اور پاک محبت کو قبول کرنے میں حائل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ سب کچھ ہمارے نکتہ نظر اور فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔

مجھے اِس نکتہ پر یہ کہنا چاہئے کہ میں یہ رائے نہیں دے رہا کہ وہ لوگ جو انجیل کا پیغام سن کر صدقِ دل سے اُسے قبول کر لیتے ہیں وہ فی الواقع نجات نہیں پاتے۔ بلکہ میں پوری دیانتداری سے ایمان رکھتا ہوں کہ وہ نجات پا کر خدا کے خاندان کا حصہ بن جاتے ہیں۔

میں یہ بیان کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ بہت سے ایماندار ابھی تک باطنی طور پر ایک زخمی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اُن کے احساسِ جرم نے انجیل کے فضل اور محبت کو معیار پر پورا اُترنے والی کارکردگی کے تجربہ میں تبدیل کر دیا ہے۔ وہ اس بات پر حیرت زدہ ہیں کہ آیا خدا اب بھی اُن سے ویسی ہی محبت کرتا ہے جو اُس نے اُن سے اُس وقت کی تھی جب اُنہوں نے انجیل کے پیغام کو سمجھ کر اُس پر ایمان رکھنے کا چناؤ کیا تھا۔ بطور ایماندار جو گناہ اُن سے سرزد ہوتے ہیں، وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ اُن گناہوں کے سبب سے خدا اور بھی زیادہ اُن پر رحم و ترس کرے گا اور اُن سے مزید محبت کرنے لگے گا۔ وہ اس بات کے قائل ہو جاتے ہیں کہ وہ کبھی بھی خدا کی توقعات پر پورا نہیں اُتر سکتے۔ وہ کشش و پیچ کا شکار ہوتے ہیں کہ آیا وہ کافی حد تک ایمان رکھتے ہیں یا نہیں۔ یا پھر جب وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ایمان رکھتے ہیں، وہ بالکل بھی ایمان نہیں رکھ رہے ہوتے۔

ایک افسوسناک حقیقت یہ ہے کہ بہت سے حقیقی مسیحی بھی شکست خوردہ، زخمی اور ناگفتہ بہ زندگی بسر کرتے ہیں، انجیل کے سبب سے نہیں، بلکہ احساسِ جُرم کے سبب سے انجیل کا پیغام اُن کے فہم و ادراک میں دھندلا پڑ جاتا ہے۔ انجیل کے پیغام کی سچائی کو وضاحت سے بیان کرنے کی بجائے اسے توڑ مروڑ کر پیش کیا جاتا ہے۔ جب وہ کلام کو پڑھتے ہیں، وہ صرف اپنے گناہوں اور ناکامیوں کو دیکھتے ہیں۔ ہر ایک پیغام اُن کے لئے خدا کی طرف سے ایک فردِ جرم ہوتا ہے۔ (ایسے منادوں پر افسوس جو اسی نیت سے کلام کی منادی کرتے ہیں) جبکہ کہانی کا ایک خوبصورت پہلو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

نجات کا انحصار ہماری کارکردگی پر نہیں ہے۔ نجات ہمارے کسی بھی طرح کے روحانی معیار سے منسلک تھی، نہ ہے اور نہ ہی کبھی ہو گی۔ ہم اپنے آپ کو خدا کے معیار پر لانے کے لئے کچھ بھی تو نہیں کر سکتے۔ ہم کبھی بھی خدا کی حضوری میں رہنے کے قابل نہیں ہو سکتے۔ ہم میں خدا کی سی کامل فطرت نہیں ہے۔ ہم خدا کی مانند ہیں، ہم اُس کی صورت اور شبیہ پر پیدا ہوئے ہیں۔ لیکن تعریف (وضاحت بلحاظ خواص) کے لحاظ سے ہم خدا سے کم تر ہیں۔ اور خدا کو اس بات کا بخوبی علم ہے۔ اسی لئے تو اس کا حل یسوع مسیح تھا نہ کہ آپ۔

ایسا سوچنا بھی فضول ہے کہ ہم ایسا کر کے یا ایسا نہ کر کے اس خلا کو پورا کر سکتے ہیں۔ جب کبھی آپ ناکامی سے دوچار ہوتے ہیں تو خدا کبھی بھی آپ کے تعلق سے کوئی نئی بات نہیں سیکھتا۔ وہ پہلے ہی سے آپ کو مکمل طور پر جانتا ہے تو بھی اُس نے آپ سے محبت رکھی اور آج بھی آپ سے محبت رکھتا ہے۔ رومیوں 5 باب 8 آیت اس بات کو بہترین انداز میں بیان کرتی ہے۔ "لیکن خُدا اپنی مُحبت کی خُوبی ہم پر یُوں ظاہر کرتا ہے کہ جب ہم گنہگار ہی تھے تو مسیح ہماری خاطر مُوا۔"

کیا آپ کو یہ بات سمجھ آگئی ہے ؟ جب ہم گنہگار ہی تھے۔ آپ کو کسی بھی معیار پر پورا اُترنے کے لئے کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں کہ خدا آپ سے محبت کرے۔ اگر آپ اس بات پر غور و خوص کریں تو واقعی یہ خوشخبری ہے۔ خدا کبھی بھی آپ سے مایوس نہیں ہوا۔ کیونکہ اُس نے آپ کے روّیوں سے کبھی جھوٹی توقعات نہیں رکھیں۔ خدا بہر صورت، ہر طرح کے حالات و واقعات اور آپ کی گری ہوئی حالت میں بھی آپ سے پیار کرتا تھا، کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔ "خدا نے دُنیا سے ایسی محبت رکھی کہ اُس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا تاکہ جو کوئی اُس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے۔" (یوحنا 3 باب 16 آیت)

ہم اسے دو بنیادی نکات میں بیان کر سکتے ہیں۔ نجات، خدا کے خاندان کی رُکنیت کبھی بھی کسی بھی طور پر اپنی کاوش، اعمال اور لیاقت سے حاصل نہیں کی جاسکتی۔ یہ صرف ایمان سے حاصل ہو سکتی ہے۔ خدا اِس لئے یہ پیشکش کرتا ہے کیونکہ وہ فضل اور محبت کرنے والا خدا ہے۔ اس پیش کش کی کوئی اور وجہ ہے اور نہ ہی کبھی کوئی اور وجہ ہو سکتی ہے۔

حصہ سوئم

خداوند یسوع کی پیروی کرنا

باب 8

شاگردیت کیا ہے؟

انجیل اس نیت اور مقصد کے تحت پیش کی جائے کہ اس سے زندگیاں تبدیل ہوں۔ کوئی شخص جس نے انجیل کے پیغام کو قبول کر لیا ہو تا ہے، "ایک نیا مخلوق ہے، پرانی چیزیں جاتی رہیں، دیکھو وہ سب نئی ہو گئیں۔" (2 کرنتھیوں 5 باب 17 آیت) درحقیقت یہ سب کچھ کیسا لگتا ہے؟

آپ اس سوال کے جواب کو پھر سے اپنے ذہن میں لا سکتے ہیں۔ میں نے پہلے بیان کیا تھا کہ ایک شاگرد ایک پیروکار ہوتا ہے، خاص طور پر مسیح کا پیروکار۔ میں "پیروی" کی تعریف یسوع مسیح کی تقلید کرنے یا اُس کی مانند ہونے کے طور پر کرتا ہوں۔ "خداوند یسوع مسیح کی صورت اور شبیہ پر ہونا" ہی ہمارا نصب العین ہے۔ (رومیوں 8 باب 29 آیت۔ 2 کرنتھیوں 3 باب 18 آیت، کلسیوں 3 باب 10 آیت)

یاد رہے کہ ہم اس مقصد اور نیت کے تحت مسیح یسوع کی مانند نہیں بنتے کہ ہم خدا کی محبت کو حاصل کر سکیں تاکہ وہ ہمیں آسمان پر لے جائے۔ خدا نے پہلے ہی ہم میں سے ہر ایک سے محبت رکھی۔ "جب ہم گنہگار ہی تھے" (رومیوں 5 باب 8 آیت) اور خدا کے "دشمن" تھے (رومیوں 5 باب 10 آیت) جب ہم انجیل پر ایمان لائے، تو ہم آسمانی شہری بن گئے، ہم خدا کے گھرانے کا حصہ بن گئے۔ اپنے طور پر ہم کھوئے ہوئے تھے اور ہمیں ایک نجات دہندہ کی ضرورت تھی۔ (لوقا 19 باب 10 آیت) ہم خدا سے جدا تھے۔ (افسیوں 4 باب 18 آیت) جب ہم ایسی حالت میں تھے، خدا نے ہم سے محبت رکھی، اُس نے ہم سے محبت کرنے کے لئے ہمارے پاک صاف ہونے کا انتظار نہیں کیا۔

جب ہم خداوند یسوع مسیح کی پیروی کرتے ہیں، تو اِس کے پیچھے یہ غرض نہیں ہوتی کہ خداوند ہم سے پیار کرتا ہے اور پھر بالآخر ہم نجات پا جائیں۔ جو چیز آپ اپنی محنت، کاوش اور تگ و دَو سے حاصل نہیں کرتے، اُسے آپ اپنی محنت اور کاوش سے کھو بھی نہیں سکتے۔ نجات کا تعلق ہماری اپنی کسی صلاحیت، خوبی یا وصف سے نہیں ہے اور نہ ہی ہم نجات پانے کے لئے خدا کے معیار پر کبھی پورا اُتر سکتے ہیں۔ نجات کا تعلق اُس کام سے ہے جو خداوند یسوع مسیح نے ہمارے لئے صلیب پر سرانجام دیا ہے۔ "جو گُناہ سے واقف نہ تھا اُسی کو اُس نے ہمارے واسطے گُناہ ٹھہرایا تاکہ ہم اُس میں ہو کر خُدا کی راستبازی ہو جائیں۔" (2 کرنتھیوں 5 باب 21 آیت) ہم اس نجات کے لئے اپنے آپ کو جلال نہیں دے سکتے۔ ساری عزت اور جلال خداوند یسوع مسیح کا ہے۔

شاگردیت کے تعلق سے واضح سوچ اپنانا

ہمیں واضح طور پر یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ ان سب باتوں کا شاگردیت پر کس طرح اطلاق ہوتا ہے۔

اپنی کارکردگی کی بنا پر نجات پانے کی سوچ کے اسیر ہونے کے تعلق سے میں نے پہلے بھی بات کی تھی۔ ہمیں اِس بات کا گہرا اور بالکل واضح فہم وادراک ہونا چاہئے کہ نجات اور شاگردیت ایک ہی چیز نہیں ہیں۔ بہت سے ایماندار لاشعوری طور پر اپنے احساسِ جُرم کی وجہ سے انجیل کے ساتھ اپنے کاموں یا کارکردگی کا بھی اضافہ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یوں وہ روحانی جوئے اور غلامی میں چلے جاتے ہیں نہ کہ کثرت کی اُس زندگی میں جو خداوند ہمیں دینا چاہتا ہے۔(یوحنا10 باب10 آیت 2 کرنتھیوں 1 باب 5 آیت، افسیوں 3 باب 20 آیت)

نجات وہ بخشش ہے جو خدا کی طرف سے ہمیں ایمان لاتے وقت ملتی ہے۔ ہم اِس کے مستحق نہیں ہوتے۔ تاہم باوجود اس بات کے کہ ہم خدا کے دشمن اور گناہ آلودہ ہوتے ہیں پھر بھی خدا ہمیں یہ نجات مفت میں دے دیتا ہے۔ شاگردیت انجیل پر ایمان لانے کے نتیجہ کے طور پر کچھ کرنے کا نام ہے۔ ہم خداوند یسوع مسیح کی پیروی اس لئے کرتے ہیں تاکہ ظاہر ہو کہ اب ہم اُس کے لئے زندہ ہیں۔ خداوند یسوع مسیح ہی خدا کے جلال کا کامل پر تو تھا۔ پس ہمیں بھی اُس جیسا طرزِ زندگی اپنانا چاہتے ہیں۔

خداوند یسوع مسیح جیسا طرزِ زندگی اپنانے یعنی پاک زندگی بسر کرنے کی کئی ایک وجوہات ہیں۔ اُن میں سے ایک وجہ خدا کی محبت کو اپنی کاوش اور نیک اعمال سے حاصل کرنا نہیں ہے۔ یہ تمام ایمان لانے والوں کے لئے خدا کی طرف سے مفت بخشش ہے۔ تاہم شاگردیت کے لئے ہمیں کچھ قیمت چکانا پڑتی ہے۔ مسیح خداوند کی پیروی ہمیشہ آسان کام نہیں ہوتا۔ شاگرد ہونے کا یہ تقاضا ہے کہ ہم خدا سے محبت کرنے اور اُس کی تعظیم کرنے کا چناؤ کریں۔ لوگ جیسے بھی ہوں ہم اُن سے محبت کریں گے۔ ہم خدا کی صورت اور شبیہ پر ہوتے ہوئے، لوگوں سے محبت کریں گے کیونکہ وہ بنی نوع انسان سے محبت کرتا اور اُنہیں انجیل کے وسیلہ سے اپنے خاندان کا حصہ بنانا چاہتا ہے۔

خداوند یسوع مسیح کی زندگی کے بارے سوچیں، اُس کی زندگی پھولوں کی سیج پر نہ گزری۔ جیسا کہ بائبل مقدس بیان کرتی ہے۔

"اور تم اُس کے لئے بُلائے گئے ہو کیونکہ یسوع مسیح بھی تمہارے واسطے دُکھ اُٹھا کر تُمہیں ایک نُمونہ نہ دے گیا ہے تاکہ اُس کے نقشِ قدم پر چلو۔" (1 پطرس 2 باب 21 آیت)

خداوند یسوع مسیح نے قربانی دینے والی زندگی بسر کی۔ اُس نے خدا کو اوّل درجہ دیا۔ اور اس کے بعد اپنے پڑوسی (ہر ایک کو) اہمیت دی۔

"اَے اُستاد تُوریت میں کون سا حکم بڑا ہے؟ اُس نے اُس سے کہا کہ خُداوند اپنے خُدا سے اپنے سارے دِل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل سے مُحبت رکھ۔ بڑا اور پہلا حکم یہی ہے۔ اور دُوسرا اِس کی مانند یہ ہے کہ اپنے پڑوسی سے اپنے برابر مُحبت رکھ۔ انہی دونوں حکموں پر تمام تُوریت اور انبیاہ کے صحیفوں کا مدار ہے۔" (متی 22 باب 36 تا 40 آیت)

خداوند یسوع نے ایسا طرزِ زندگی خدا باپ کی محبت اور اُس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے نہیں اپنایا تھا۔ وہ پہلے ہی خداوند یسوع سے محبت رکھتا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اس زمین پر آکر اُس کی مرضی کو پورا کرتا اور بنی نوع انسان سے خدا باپ کی طرف سے قائم کئے گئے عہد کے لئے کچھ کام سرانجام دیتا۔ اس نے "بنائے عالم سے پیشتر" خداوند یسوع سے محبت رکھی۔ (یوحنا 17 باب 24 آیت)

خداوند یسوع مسیح کی پیروی مشکل ہو سکتی ہے۔ چونکہ کوئی بھی ایماندار اُس وقت خداوند یسوع کی مانند نہیں تھا جب وہ شروع میں ایمان لایا تھا۔ اور چونکہ خداوند یسوع مسیح کی مانند استقلال کے ساتھ زندگی بسر کرنا مشکل ہوتا ہے۔ ہر ایک شاگرد کو اُس کے روّیہ کے تعلق سے اپنے دل کی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ (بائبل مقدس اسے "توبہ" کا نام دیتی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے توبہ کی تھی۔ کچھ ایسے کام تھے جن سے مجھے باز آنا پڑا۔ کچھ ایسے کام بھی تھے جو میں نے کرنا شروع کر دیئے۔ لیکن اُن میں سے میں نے کچھ بھی اس نیت اور مقصد کے تحت نہیں کیا تھا کہ خدا مجھ سے محبت کرے۔ وہ پہلے ہی مجھ سے محبت رکھتا تھا۔

خداوند یسوع مسیح نے جو کچھ بھی کیا وہ اس بنا پر کیا کیونکہ خدا اُس سے محبت رکھتا تھا۔ پس ہمیں بھی خدا کی محبت حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ نیک اعمال، خدمت گزاری اور اطاعت اور تابعداری کی زندگی اس لئے بسر کرنی ہے کیونکہ خدا ہم سے محبت رکھتا ہے۔ خداوند یسوع مسیح نے اُن لوگوں کی مدد کرنے کے لئے زندگی بسر کی جو اُس پر اور خدا کے نجات بخش منصوبے پر ایمان رکھتے تھے۔ پس ہمیں بھی ایسا ہی کرنا چاہئے۔ خداوند یسوع مسیح کو علم تھا کہ وہ کیوں کر اس زمین پر آیا ہے۔ اُسے یہ بھی علم تھا کہ وہ ہماری خاطر ایک ہولناک موت کو قبول کرے گا۔ لیکن اس کے باجود اُس نے خدا کے منصوبے اور اُس کی قدرت پر توکل اور بھروسہ کیا۔ وہ خدا باپ کی طرف سے سونپے گئے کام کو پورا کرنے کے بعد، مُردوں میں سے زندہ ہوا تو پھر سے خدا باپ کی دہنی ہاتھ سرفراز کر دیا گیا۔

ہمیں بھی اسی طرح ابدی مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنی چاہئے۔۔۔ یہ دُنیا ہمارا گھر نہیں ہے۔ یہ تو دنیا فانی ہے۔ آنے والا جہاں ابدی اور مستقل ہے۔ جو کچھ خداوند یسوع مسیح نے ہمارے لئے صلیب پر سرانجام دیا ہے اُس کی بنیاد پر ہم آنے والے جہاں میں ابدی زندگی پائیں گے۔ ہم اس دُنیا کو چھوڑ کر اُس جہاں میں جلال کے ساتھ داخل کئے جائیں گے۔ ہماری زندگی کا مقصد اور نصب العین یہ ہونا چاہئے کہ ہم نے اپنے نجات دہندہ سے وفادار اور اُس کے شکر گزار رہنا ہے۔ اِس کے ساتھ ہم نے دوسروں کی بھی خدا کے گھرانے میں شامل ہونے کے لئے مدد اور معاونت کرنی ہے۔

اگر ہم ناکام ہو جائیں تو پھر کیا ہو گا؟ اگر ہم سے گناہ سرزد ہو جائے تو پھر کیا ہو گا؟ ہم ناکام بھی ہوں گے اور ہم سے غلطی بھی سرزد ہو سکتی ہے۔ خدا کو یہ علم ہے۔ وہ بنی نوع انسان کو بخوبی جانتا اور سمجھتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ہم کون ہیں۔ لیکن اُس نے اُس وقت بھی ہم سے محبت رکھی جب ہمارے دل میں اُس کے لئے رتی بھر بھی محبت اور وفاداری موجود نہیں تھی۔ جب ہم اُس کے دشمن تھے، اُس نے اُس وقت بھی ہم سے محبت رکھی۔ "جب ہم گنہگار ہی تھے۔" (رومیوں 5 باب 8 آیت) خدا نے ہم سے اُس وقت بھی محبت رکھی جب ہم اُس کے خاندان کا

حصہ نہیں تھے۔ پس جب ہم اُس کے گھرانے کا حصہ بن چکے ہیں تو پھر وہ ہم سے پہلے سے کم محبت کیوں کرے گا یا پھر ہم سے محبت کرنا کیوں چھوڑ دے گا؟ جب ہم سے گناہ سرزد ہوتا ہے یا ہم ناکامی سے دوچار ہوتے ہیں، وہ ہمیں معاف کر دیتا ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ ہم ایمان رکھیں اور پھر سے مسیح کی پیروی کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں۔

کیوں کر یسوع مسیح جیسا طرزِ زندگی اپنائیں؟

میں نے چند لمحات پہلے یہ بیان کیا تھا کہ خداوند یسوع مسیح کی مانند زندگی بسر کرنے کی کئی ایک وجوہات ہیں۔ لیکن خدا کی محبت حاصل کرنا اُن وجوہات میں سے ایک نہیں ہے۔ وہ کون سی وجوہات ہیں؟

اوّل۔ گناہ فردِ واحد کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے۔ اور صرف ہمیں ہی نہیں ہمارے اِرد گرد کے لوگوں پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ میں نے اپنے کنبے میں شراب نوشی، منشیات اور مسیحی ایمان سے انحراف و انکار کے اثرات دیکھے ہیں۔ یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ گناہ زندگیوں کو برباد کرتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی واضح ہونی چاہئے کہ دُنیا کی بے دین اور بے ایمان تہذیب ہمارے عیش و آرام، جسمانی تسکین اور ہماری خواہشوں اور رغبتوں کی تکمیل کے لئے جو کچھ فراہم کرتی ہے اُن کی اہمیت اور افادیت عارضی ہوتی ہے۔ تہذیب ہمیں بتاتی ہے کہ نتائج پر دھیان دئے بغیر اپنی خوشی اور تسکین کے لئے زندگی بسر کرو۔ ایسی سوچ میں ابدیت پر نظر نہیں رکھی جاتی۔ ایسا طرزِ فکر ہمیں صرف موجودہ وقت کے لئے زندگی بسر کرنے کی طرف مائل کرتا ہے۔ ایسے طرزِ فکر میں کسی قسم کی بلاہٹ موجود نہیں ہوتی۔ بائبل مقدس ایسے طرزِ فکر کو بیان کرتی ہے۔

"نہ دُنیا سے محبت رکھو نہ اُن چیزوں سے جو دُنیا میں ہیں۔ جو کوئی دُنیا سے محبت رکھتا ہے اُس میں باپ کی محبت نہیں۔ کیونکہ جو کچھ دُنیا میں ہے یعنی جسم کی خواہش اور آنکھوں کی خواہش اور زندگی کی شیخی وہ باپ کی طرف سے نہیں بلکہ دُنیا کی طرف سے ہے۔ دُنیا اور اُس کی دونوں مٹتی جاتی ہیں لیکن جو خدا کی مرضی پر چلتا ہے وہ ابد تک قائم رہے گا۔" (1 یوحنا 2 باب 15 تا 17 آیت)

دوئم، کئی لحاظ سے اوّل کا متضاد، یعنی ایک راست زندگی بسر کرنا دوسروں کے لئے باعثِ برکت ہوتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہمارا طرزِ زندگی اور طرزِ فکر یا تو دوسروں کے لئے باعثِ برکت یا پھر دوسروں کے لئے باعث لعنت ہوتا ہے۔ خداوند یسوع مسیح نے لوگوں کے لئے خدمت گزاری کا کام کیا اور اُن کے لئے باعثِ برکت ہوا۔ ایسے طرزِ زندگی کا دلدادہ ہونا جس میں جسمانی تسکین اور اپنے مفادات کی تکمیل ہو آپ کو آگے بڑھنے سے روکتا ہے اور آپ کبھی بھی ہدف تک پہنچ نہیں پاتے۔ ہر ایک سپر مارکیٹ اس حقیقت کی مثالوں سے بھری ہوئی ہے۔ لوگوں کے لئے باعثِ برکت ہونا نہ صرف خداوند یسوع کو ہماری زندگی سے منعکس کرتا ہے بلکہ اس سے ہماری اپنی بھی ترقی ہوتی ہے۔ آپ کی زندگی اور بھی زیادہ مفید اور اہم ہو جاتی ہے جب یہ دوسروں کی خدمت کے لئے صرف اور وقف ہو جاتی ہے۔

سوئم۔ ایک راست زندگی انجیل کے ثابت قدم اور مضبوط گواہ ہونے میں بھی ہماری مدد کرتی ہے۔ اگر لوگ ہماری زندگیوں پر نگاہ کریں اور اُنہیں ہم میں بے ایمان اور بے دین دُنیا سے کوئی فرق دکھائی نہ دے، اور اُنہیں یہ نظر آئے کہ ہم دوسروں کی خدمت گزاری میں مصرُوف عمل زندگی بسر نہیں کر رہے، تو پھر وہ انجیل کو ایمان لانے کے قابل ہی نہیں سمجھیں گے۔ (وہ ذہنی اُلجھاؤ کا شکار ہو جائیں گے) اُنہیں ہماری زندگی میں مسیح خداوند کے پیغام سے اختلاف اور تضاد دیکھنے کو ملے گا۔ بالفاظ دیگر، لوگ ہم سے یہی توقع کریں گے کہ ہم یسوع کی مانند زندگی بسر کریں جو ہم سے یہ کہتا ہے کہ اُن سے محبت رکھو۔ یہ غیر مناسب اور نامعقول بات نہیں ہے۔ اس کا متبادل ریاکاری ہے۔ کوئی ابھی ایسا شخص نہیں ہے جو ریاکاری کی تعریف کرے۔

دینداری کی زندگی بسر کرنے کا مقصد و محرک آسمان پر جگہ پانا نہیں ہے۔ اس کا یہ بھی معنی و مفہوم نہیں کہ ہم اپنے نیک اعمال، مذہبی رسومات سے خدا کو اپنا مقروض کرتے ہیں اور ہمارے روحانی نمبر بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ ہم یہی سمجھنے لگتے ہیں کہ بالآخر ہم اس مقام پر پہنچ ہی گئے ہیں جہاں پر خدا ہمیں برکت دے گا۔ ذیل میں دیا گیا حوالہ ایک مختلف نکتہ پر ہماری توجہ مرکوز کرتا ہے۔

"پس اَے بھائیو۔ میں خُدا کی رحمتیں یاد دِلا کر تُم سے التماس کرتا ہوں کہ اپنے بدن ایسی قربانی ہونے کے لئے نذر کرو جو زندہ اور پاک اور خدا کو پسندیدہ ہو۔ یہی تُمہاری معقول عبادت ہے۔ اور اس جہان کے ہم شکل نہ بنو بلکہ عقل نئی ہو جانے سے اپنی صُورت بدلتے جاؤ تا کہ خُدا کی نیک اور پسندیدہ اور کامل مرضی تجربہ سے معلوم کرتے رہو۔" (رومیوں 12 باب 1 تا 2 آیت)

"تو بھی خدا کی مضبوط بنیاد قائم رہتی ہے اور اُس پر یہ مہر ہے کہ خداوند اپنوں کو پہچانتا ہے اور جو کوئی خداوند کا نام لیتا ہے ناراستی سے باز رہے۔ بڑے گھر میں نہ صرف سونے چاندی ہی کے برتن ہوتے ہیں بلکہ لکڑی اور مِٹی کے بھی۔ بعض عِزت اور بعض ذِلت کے لئے۔ پس جو کوئی اُن سے الگ ہو کر اپنے تئیں پاک کرے گا وہ عزت کا برتن اور مقدس بنے گا۔ اور مالک کے کام کے لائق اور ہر نیک کام کے لئے تیار ہو گا۔" (2 تیمتھیس 2 باب 19 تا 21 آیت)

"پس اگر کچھ تسلی مسیح میں اور مُحبت کی دِل جمعی اور رُوح کی شراکت اور رحم دِلی و دردمندی ہے۔ تو میری یہ خوشی پوری کرو کہ یک دِل رہو۔ یکساں محبت رکھو۔ ایک جان ہو۔ ایک ہی خیال رکھو۔ تفرقے اور بے جا فخر کے باعث کُچھ نہ کرو بلکہ فروتنی سے ایک دُوسرے کو اپنے سے بہتر سمجھے۔ ہر ایک اپنے ہی احوال پر نہیں بلکہ ہر ایک دوسروں کے احوال پر بھی نظر رکھے۔ ویسا ہی مزاج رکھو جیسا مسیح یسوع کا بھی تھا۔ اُس نے اگرچہ خُدا کی صُورت پر تھا خُدا کے برابر ہونے کو قبضہ میں رکھنے کی چیز نہ سمجھا۔ بلکہ اپنے آپ کو خالی کر دیا اور خادِم کی صورت اختیار کی اور اِنسانوں کے مُشابہ ہو گیا۔ اور انسانی شکل میں ظاہر ہو کر اپنے آپ کو پست کر دیا اور یہاں تک فرمانبردار رہا کہ موت بلکہ صلیبی مُوت گوارا کی۔" (فلپیوں 2 باب 1 تا 8 آیت)

درج بالا حوالہ جات سے ہمیں یہ سوچ ملتی ہے کہ ہمارا طرزِ زندگی کیسا ہونا چاہئے۔ لیکن ابھی تک ہم نے شاگردیت کی بنیادی صفات بیان نہیں کیں۔ ایک شاگرد کیسا طرزِ زندگی اپناتا ہے ؟ ایک شاگرد کیا کرتا ہے ؟ خوش قسمتی سے، خداوند یسوع اور اُس کے ابتدائی شاگردوں اور ابتدائی مسیحیوں نے یہ واضح کر دیا۔ خداوند یسوع مسیح نے اپنے شاگردوں کو کبھی بھی وہ کام کرنے کے لئے نہ کہا جو اُس نے کبھی خود نہیں کیا تھا۔ بلکہ خداوند نے اُنہیں کچھ بھی کہنے سے پہلے خود کر کے دکھایا۔ خداوند یسوع کے نمونے پر چلتے ہوئے اُنہوں نے دوسروں کو نوخیز کلیسیا میں یہی تعلیم دی کہ وہ بھی ایسا ہی کریں۔

باب 9

ایک شاگرد کیا کرتا ہے؟

ہو سکتاہے کہ آپ کے لئے یہ باعثِ حیرت ہو کہ خداوند یسوع مسیح نے اپنے شاگردوں کو بہت سے کام کرنے کے لئے نہیں کہا تھا۔ خداوند یسوع مسیح کی خداوند خدااور لوگوں سے محبت کرنے کی رویا بالکل واضح تھی۔ لیکن وہ کام جو خداوند نے اپنے شاگردوں کو کرنے کے لئے کہے اُن کی انجام دہی سے زندگیوں میں گہری اور واضح تبدیلی دیکھنے کو ملی۔ ہم شاگرد ہونے کے اہم نکتہ سے آغاز کرتے ہیں۔

شاگرد خدا سے، اپنے پڑوسی اور آپس میں ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں۔

ہم پہلے ہی جانتے ہیں کہ خداوند یسوع مسیح نے خدا کے لئے مخصوص اور وفادار زندگی کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ دو بڑے حکم یہ تھے۔

" اَے اُستاد تُوریت میں کون سا حکم بڑا ہے؟ اُس نے اُس سے کہا کہ خُداوند اپنے خُدا سے اپنے سارے دِل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل سے مُحبت رکھ۔ بڑا اور پہلا حکم یہی ہے۔ اور دُوسرا اِس کی مانند یہ ہے کہ اپنے پڑوسی سے اپنے برابر مُحبت رکھ۔ انہی دونوں حکموں پر تمام تُوریت اور انبیاہ کے صحیفوں کا مدار ہے۔" (متی 22 باب 36 تا 40 آیت)

خداوند یسوع مسیح نے ان دونوں احکام پر عمل کیا۔ اُس نے اپنے شاگردوں کو بتایا "لیکن یہ اس لئے ہوتا ہے کہ دُنیا جانے کہ میں باپ سے مُحبت رکھتا ہوں اور جِس طرح باپ نے مجھے حکم دیا میں ویسا ہی کرتا ہوں۔ اُٹھو یہاں سے چلیں۔" (یوحنا 14 باب 31 آیت) کس طرح خداوند یسوع نے عملی طور پر ظاہر کیا کہ وہ اپنے خدا باپ سے محبت رکھتا ہے؟ اُس نے خدا باپ کی تابعداری اور فرمانبرداری میں زندگی بسر کی۔ اُس نے اس منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جو خدا باپ اُس کے لئے رکھتا تھا۔ اُس نے اُنہیں یہ بھی بتایا "جیسے باپ نے مجھ سے مُحبت رکھی ویسے ہی میں نے تم سے محبت رکھی۔ تُم میری مُحبت میں قائم رہو۔" (یوحنا 15 باب 9 آیت) خداوند یسوع مسیح نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ وہ بھی ایسا ہی کریں، خداوند یسوع مسیح نے دونوں احکامات پر اپنی رائے کے اظہار سے اس بات کو بالکل واضح کر دیا۔

"اس سے زیادہ محبت کوئی شخص نہیں کرتا کہ اپنی جان اپنے دوستوں کے لئے دے دے۔ جو کچھ میں تُم کو حکم دیتا ہوں اور اگر تُم اُسے کرو تو میرے دوست ہو۔ اب سے میں تمہیں نوکر نہ کہوں گا کیونکہ نوکر نہیں جانتا کہ اُس کا مالک کیا کرتا ہے بلکہ تمہیں میں نے دوست کہا ہے ۔اس لیے کہ جو باتیں میں نے باپ سے سُنیں وہ سب تُم کو بتا دیں۔ تُم نے مجھے نہیں چُنا بلکہ میں نے تمہیں چُن لیا اور تُم کو مقرر کیا کہ جا کر پھل

لاؤاور تمہارا پھل قائم رہے تاکہ میرے نام سے جو کچھ باپ سے مانگو وہ تُم کو دے۔ میں تُم کو اِن باتوں کا حکم اِس لئے دیتا ہُوں کہ تُم ایک دُوسرے سے مُحبت رکھو۔"(یوحنا15 باب 13 تا17 آیت)

"میں تُمہیں ایک نیا حکم دیتا ہوں کہ ایک دُوسرے سے مُحبت رکھو کہ جیسے میں نے تُم سے مُحبت رکھی تُم بھی ایک دُوسرے سے مُحبت رکھو ۔اگر آپس میں مُحبت رکھو گے تو اِس سے سب جانیں گے کہ تُم میرے شاگرد ہو۔"(یوحنا13 باب 34 تا35 آیت)

خداوند یسوع مسیح کے مطابق خدا اور ایک دوسرے کے لئے محبت شاگردوں کے لازمی اور بنیادی نشانات ہیں۔ خداوند یسوع مسیح کے نزدیک یہ احکام کسی طور پر بھی متضاد نہیں تھے۔ اُن کے درمیان کسی قسم کا کوئی ذہنی دباؤ محسوس نہیں ہوتا۔ یہ ایک ہی سکے کے دو رُخ تھے۔ اُنہیں ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔

ہم کس طرح لوگوں سے محبت کرتے ہیں؟ کسی کے لئے اپنی جان دے دینا محبت کا عروُج ہے۔ "اِس سے زیادہ مُحبت کوئی شخص نہیں کرتا کہ اپنی جان اپنے دوستوں کے لئے دے دے۔"(یوحنا15 باب 13 آیت) خداوند یسوع مسیح نے ہمارے لئے یہی تو کیا تھا۔

"کسی راست باز کی خاطِر بھی مُشکل سے کوئی بھی اپنی جان دے گا۔ مگر شاید کِسی نیک آدمی کے لیے کوئی اپنی جان تک دے دینے کی جُرات کرے۔ لیکن خُدا اپنی مُحبت کی خُوبی ہم پر یُوں ظاہر کرتا ہے کہ جب ہم گنہگار ہی تھے تو مسیح ہماری خاطر مُوا۔"(رومیوں 5 باب 7 ،8 آیت)

اسے مختصر یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔ میرے خیال میں 1 کرنتھیوں 13 باب 4 تا7 آیت سے زیادہ بہتر اور کوئی بیان نہیں ہے۔ یہاں پر محبت کے تعلق سے جو کچھ بھی کہنے کی ضرورت ہے بیان کر دیا گیا ہے۔ ذیل میں اس حوالہ میں بیان کردہ محبت کے اوصاف دئے گئے ہیں۔

☆۔ محبت صابر ہے۔

☆۔ محبت مہربان ہے۔

☆۔ محبت حسد نہیں کرتی۔

☆۔ محبت شیخی نہیں مارتی۔

☆۔ محبت نازیبا کام نہیں کرتی۔

☆۔ محبت اپنی بہتری نہیں چاہتی۔

☆۔ محبت جھنجلاتی نہیں۔

☆۔ محبت کسی سے بیزار نہیں ہوتی

☆۔ محبت بدی سے خوش نہیں ہوتی۔

☆۔ محبت سچائی سے خوش ہوتی ہے۔

☆۔ محبت سب کچھ برداشت کرلیتی ہے۔

☆۔ محبت سب باتوں کا یقین کرلیتی ہے۔

☆۔ محبت سب باتوں کی اُمید رکھتی ہے۔

☆۔ محبت سب کچھ سہہ لیتی ہے۔

آپ کو ویلنٹائن ڈے یا رومانوی کارڈز پر مذکورہ نکات میں سے کچھ دیکھنے کو ملیں گے۔ یہ اچھی بات ہے۔ ہمیں اپنے شریکِ حیات یا اُس شخص سے محبت کرنی چاہئے جس سے ہم شادی کرنے والے ہیں۔ لیکن 1 کرنتھیوں 13 باب 4 تا 7 آیت رومانوی محبت کا بیان نہیں ہے۔ یہ تو روزمرّہ زندگی میں لوگوں کے ساتھ محبت سے پیش آنے کا طریقہ کار ہے۔ خواہ وہ اسے محبت سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ خدا اِسے محبت کے طور پر ہی دیکھے اور جانے گا۔

مذکورہ فہرست میں بیان کردہ چند ایک بیانات کو دیگر حوالہ جات کے ساتھ پڑھنے کی ضرورت ہے۔ مثال کے طور پر "محبت سب باتوں کا یقین کرلیتی ہے"۔ لازم ہے کہ اس بیان کو بھی اتنی ہی اہمیت دی جائے "محبت سچائی سے خوش ہوتی ہے۔"

"محبت سب باتوں کا یقین کرلیتی ہے۔" ہم اس بات سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کرسکتے۔ کہ محبت جھوٹی اور غلط تعلیم کا بھی یقین کرلیتی ہے۔ اسی طرح سے، "محبت سب باتوں کی اُمید رکھتی ہے۔" اس سے مُراد کسی کے خلاف بدی کی اُمید رکھنا نہیں ہے۔ لیکن بالعموم، یہ فہرست سمجھنے میں بہت آسان ہے۔ ہمیں یہی تاکید اور تلقین کی گئی ہے کہ ہم روزمرّہ زندگی میں اِن باتوں کو عملی جامہ پہنائیں۔

اس سے پہلے کہ ہم آگے بڑھیں، ایک اور نکتہ پر بھی غور کرتے ہیں۔ اس بات کو سمجھنا انتہائی ضروری ہے کہ بنیادی طور پر شاگردیت کے تعلق سے جو کچھ بھی بیان کیا جاتا ہے وہ اِنہی دو احکام سے ماخوذ ہے۔ "میں تمھیں ایک نیا حکم دیتا ہوں کہ ایک دُوسرے سے مُحبت رکھو۔ جیسے میں نے تُم سے مُحبت رکھی تُم بھی ایک دُوسرے سے مُحبت رکھو۔ اگر آپس میں مُحبت رکھو گے تو اس سے سب جانیں گے کہ تُم میرے شاگرد ہو۔" (یوحنا 13 باب 34 اور 35 آیت) ایک دوسرے سے محبت یعنی لوگوں سے محبت کرنا دیگر رُوحانی تعلیمات۔ (دُعا، خیرات کرنا، رفاقت وغیرہ) پر عمل پیرا ہونے کا نکتہ آغاز۔ یہ سب کچھ اِس بنیادی حکم کا عملی اظہار ہے۔

شاگرد ایک دُوسرے کا خیال رکھتے ہیں

شاگردیت کا یہ عنصر ایک دُوسرے سے محبت کرنے سے ہی پیدا ہوتا ہے۔

یوم پینتی کوست کے بعد جب زیادہ سے زیادہ لوگ انجیل کے پیغام کو قبول کرنے کے لئے آگے بڑھے۔(اعمال 2 باب 1 تا 4 آیت)تو وہ بڑھتی ہوئی برادری کا حصہ بن گئے جسے "کلیسیا" کہا گیا۔(جو کہ یروشلیم میں موجود تھی) عہدِ جدید میں "کلیسیا" کی اصطلاح سے مُراد کوئی عمارت یا کوئی تنظیم نہیں ہے۔ عہدِ جدید ہمیں بتاتا ہے کہ یروشلیم کی کلیسیا انتہائی غریب تھی۔ اُن کے پاس جمع ہونے کے لئے کوئی عمارت نہیں تھی۔(جبکہ وہاں پر ہزاروں ایماندار تھے۔ اعمال 2 باب 41 آیت، 47 آیت۔ 5 باب 14 آیت)اُن کی کوئی باقاعدہ قانونی حیثیت نہیں تھی۔ بلکہ ایمانداروں کو ایذا رسانی کا سامنا تھا۔(اعمال 3 باب 11 آیت، 4 باب 31 آیت، 5 باب 17 سے 42 آیت)

اگر "کلیسیا" کسی عمارت یا تنظیم کا نام نہیں تھا جس کی قانونی حیثیت بھی ہوتی ہے۔ تو پھر اس کا کیا معنی تھا؟ کس طرح مسیح کے پیروکاروں نے اپنا وجود قائم رکھا؟ اُنہوں نے ایک دوسرے کا خیال رکھنے اور ایک قربانی دینے والی برادری قائم کی۔ اکثر و بیشتر ہم دورِ جدید کی کلیسیا میں لفظ "کمیونٹی" یا برادری استعمال کرتے ہیں، جس سے مُراد لوگوں کی ایسی جماعت ہے جو ایک دُوسرے کے دُکھ سُکھ میں شریک ہوتی ہے۔ جیسا کہ کسی کھیل میں حصہ لینے والی ٹیم کو پسند کرنا یا کسی بھی مفاد عامہ کی باہمی حمایت کرنا۔ لیکن عہدِ جدید جس کمیونٹی کی بات کرتا ہے، یہ سب کچھ اس سے بہت کم ہے۔ عہدِ جدید میں کلیسیائی برادری ایک خاندان کی حیثیت رکھتی تھی۔

ایک خاندان اور ایک گروپ میں کیا فرق ہوتا ہے جو باہمی مفاد کے لئے ایک برادری کی صورت میں جمع ہوتا ہے؟ کیا کوئی شخص محض اس بنا پر آپ کو ماہانہ یوٹیلٹی بلز ادا کرنے کے لئے رقم یا پھر کچن کا سودہ خریدنے کے لئے روپیہ پیسہ دے گا، کیونکہ آپ بھی اُسی بیس بال ٹیم کو پسند کرتے ہیں جو اُس کی پسندیدہ ٹیم ہے؟ کیا کوئی شخص آپ کو اس وجہ سے ملازمت دے گا یا آپ کی کار مفت میں ٹھیک کر دے گا کیونکہ آپ نے بھی اُسی شخص کو ووٹ ڈالا تھا جس کے لئے اُس نے بھی اپنا حق رائے دہندگی استعمال کیا تھا۔ کیا کوئی اس بنا پر آپ کی مالی معاونت کرے گا کیونکہ آپ نے بھی کسی مقصد کے لئے فنڈز اکٹھا کرنے کے لئے اُسی دوڑ میں حصہ لیا تھا جس میں اُس نے بھی حصہ لیا تھا؟ ہرگز نہیں۔ لیکن آپ اپنے خاندان کے لوگوں سے مالی اور اخلاقی مدد اور معاونت کی توقع کر سکتے ہیں؟(جی ہاں اسی طریقہ سے ایک خاندان باہم مل جل کر رہتا اور بوقت ضرورت ایک دوسرے کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے۔)

ابتدائی کلیسیا کا بھی یہی طرزِ عمل تھا۔ یہاں پر اُس کی عملی جھلک دیکھنے کو ملتی ہے۔

"پس جن لوگوں نے اُس کا کلام قبول کیا اُنہوں نے بپتسمہ لیا اور اُسی روز تین ہزار آدمیوں کے قریب اُن میں مل گئے۔ اور یہ رُسولوں سے تعلیم پانے اور رفاقت رکھنے میں اور روٹی توڑنے اور دُعا کرنے میں مشغول رہے۔ اور ہر شخص پر خوف چھا گیا اور بہت سے عجیب کام اور نشان

رسُولوں کے ذریعہ سے ظاہر ہوتے تھے۔اور جو ایمان لائے تھے وہ سب ایک جگہ رہتے تھے اور سب چیزوں میں شریک تھے۔ اور اپنا مال و اسباب بیچ بیچ کر ہر ایک کی ضُرورت کے مُوافق سب کو بانٹ دِیا کرتے تھے۔ اور ہر روز ایک دِل ہو کر ہیکل میں جمع ہوا کرتے تھے اور گھروں میں روٹی توڑ کر خوشی اور سادہ دِلی سے کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور خُدا کی حمد کرتے اور سب لوگوں کو عزیز تھے اور جو نجات پاتے تھے اُن کو خُداوند ہر روز اُن میں مِلا دیتا تھا۔" (اعمال 2 باب 41 تا 47 آیت)

درج بالا حوالہ میں ہمیں اشتراکیت (تمام طبقوں کے لئے یکساں معاشرتی انصاف کا اصول) کا بیان نہیں ملتا۔ یہاں پر کسی سیاسی نظام کا بھی حوالہ نہیں دیا گیا۔ یہاں پر کسی نظامِ حکومت یا پھر ریاست کی طرف سے ملنے والی ہدایت کا بیان بھی موجود نہیں ہے۔ یہ سب کچھ رضاکارانہ طور پر کیا جارہا تھا۔ اس حوالہ سے ہمیں ایک صحت مند اور معمول کے مطابق چلنے والے گھرانے کی تصویر دیکھنے کو ملتی ہے۔ خاندان ہی ایک دوسرے کی ضروریات کا خیال رکھتے ہیں۔ اگرچہ ابتدائی کلیسیا میں ہزاروں لوگ موجود تھے تو بھی یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔

یہ ہے ایک تصویر کہ شاگرد کیا کرتا ہے۔ وہ کلیسیائی برادری یعنی خدا کے لوگوں کی تعمیر و ترقی میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ وہ ایک خاندان کی طرح ایک دوسرے سے محبت کرتے اور ایک دوسرے کی مدد اور معاونت کرتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے، دستیاب وسائل کو ایک دوسرے کے لئے برؤئے کار لانا۔ ہو سکتا ہے کہ بعض ایماندار، وسائل سے مُراد روپیہ پیسہ لیں۔ شائد بعض کے نزدیک وسائل سے مُراد وقت، کوئی خدمت، یا پھر مہارت ہو۔ بنیادی طور پر ایک برادری وہی کچھ کرتی ہے جو کمیونٹی میں ایک دوسرے کے لئے کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہو سکتا ہے کہ آپ حیران ہوں کہ جب ابتدائی کلیسیا میں ہزاروں لوگ شامل تھے، تو کیسے ممکن تھا کہ وہ ایک دوسرے کی جان پہچان رکھ سکتے۔ ایماندار ہیکل میں جمع ہوا کرتے تھے۔ (جس سے عموماً یہودی قیادت کے ساتھ اختلاف کھڑے ہو جاتے تھے، لیکن یہ صورتحال بشارتی خدمت کے لئے بہت اچھی تھی۔) وہ گھروں میں بھی جمع ہوا کرتے تھے۔ (اعمال 2 باب 46 آیت، 5 باب 42 آیت) اس کا مطلب یہ ہے کہ یروشلیم میں موجود "کلیسیا" حقیقی مسیحی برادری / کمیونٹی دراصل چھوٹی چھوٹی کمیونٹیز کا ایک نیٹ ورک تھا۔ کمیونٹی کے اندر تھوڑی تعداد میں لوگوں کی سب سے پہلے مدد کی جاتی تھی اور اُنہیں نئے ایمانداروں کے طور پر قبول کیا جاتا تھا۔

یہ چھوٹے چھوٹے رفاقتی گروپس نئے ایمانداروں کے کلیسیا میں داخل ہونے کا ایک ذریعہ ہوتے تھے۔ مسیحی کمیونٹی (برادری) اُن لوگوں کے لئے ہوتی تھی جو خوشخبری کو قبول کر لیتے تھے۔ ہر ایک کمیونٹی اپنے اراکین کی شاگرد سازی میں حصہ لیتی تھی۔ اور کسی نہ کسی طرح سے، بڑی کمیونٹی میں بھی شاگرد سازی کے لئے اپنا کردار ادا کرتی تھی۔ یہ سب کچھ کس قدر خوبصورت لگتا تھا!

سب سے پہلا کام جو عمومی طور پر ہوتا تھا وہ یہ کہ نئے ایمانداروں کو بپتسمے دئے جاتے تھے۔ (اعمال 2 باب 41 آیت، 8 باب 12 اور 13 آیت۔ 10 باب 47 اور 48 آیت 16 باب 15 آیت) بپتسمہ ایک ایسا کام تھا جو لوگوں کے سامنے کیا جاتا تھا (یہ گواہوں کی موجودگی میں ہوتا تھا) کلیسیا کے دیگر اراکین بھی موجود ہوتے تھے۔ تاکہ وہ مسیح یسوع اور اُس کے شاگردوں کے ساتھ یگانگت کا اظہار کر سکیں۔ اس میں

کئی ایک اہم باتیں موجود ہیں۔ بپتسمہ کا معنی تھا کہ خداوند یسوع مسیح نے آپ کے لئے جو کچھ صلیب پر سر انجام دیا ہے اُس کی بنا پر آپ کے گناہ معاف ہو چکے ہیں اور آپ نئی زندگی پا چکے ہیں۔ (رومیوں 6 باب 1 تا 4 آیت، 2 کرنتھیوں 5 باب 17 آیت) کمیونٹی میں داخل ہونے کے لئے بپتسمہ پہلا عمل تھا۔ بپتسمہ پانے والے لوگ مسیح یسوع پر اپنے ایمان کا اظہار کرتے تھے۔ موقع پر موجود لوگ اُن کے عہد کے گواہ ہوتے تھے کہ اب وہ نئی زندگی میں چلیں گے۔

جب ایمانداروں کی جماعتیں باہم جمع ہوتی تھیں تو وہ ایک دوسرے کی ضروریات کو معلوم کرتے تھے۔ اگر وہ اپنی چھوٹی جماعت میں ایک دوسرے کی ضروریات پوری کر سکتے تو وہ ایسا ہی کرتے تھے۔ اس سے جمع ہونے والے ایمانداروں کو مسیح یسوع کی مانند بننے کا موقع ملتا تھا۔ جن لوگوں کی مدد کی جاتی تھی، اُنہیں بھی یہ سیکھنے کا موقع ملتا تھا کہ کس طرح "حقیقی زندگی میں" مسیح یسوع کی طرح زندگی بسر کرنا ہے۔ جب ضروریات اس قدر بڑی ہوتی تھیں کہ چھوٹی کمیونٹی اُنہیں پورا کرنے سے قاصر ہوتی تھی تو پھر ایمانداروں کا بڑا گھرانہ اُن کی مدد کے لئے اُن کے ساتھ کھڑا ہو جاتا تھا۔ وسیع پیمانے پر خدمت کے انتظام و انصرام کو منظم کرنے کے لئے یروشلیم کی نوخیز کلیسیا کے رہنماؤں (خداوند یسوع مسیح کے شاگرد) نے کلیسیائی برادری میں خوراک کی ترسیل و تقسیم کے پیش نظر ڈیکنز مقرر کر دیئے تھے (اعمال 6 باب 1 تا 7 آیت)

اس سلسلہ میں ایک اہم رسم جو ابتدائی کلیسیائیں منایا کرتی تھیں وہ یہ کہ "خداوند کی میز" کی یادگاری کے تعلق سے ایک ضیافت کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ (1 کرنتھیوں 11 باب 17 تا 34)

"خداوند کی میز" شاگردوں کے ساتھ آخری کھانے کی یادگاری تھی۔ جب خداوند یسوع مسیح نے اپنے شاگردوں کو بتایا تھا کہ بہت جلد وہ اپنا گوشت اور خون اُن کے لئے دے دے گا۔ خداوند یسوع مسیح نے اُنہیں بتایا کہ اُس کا جان دینا "نئے عہد" کی تکمیل ہو گا۔ (لوقا 22 باب 20 آیت) اعشائے ربانی کا واقعہ بھی کچھ ایسے ہی بیان کرتا ہے۔ (1 کرنتھیوں 11 باب 25 آیت) اعشائے ربانی خداوند کے اُس کام کو یاد کرنے کا ایک طریقہ تھا جو اُس نے بنی نوع انسان کی نجات کے لئے صلیب پر سر انجام دیا تھا۔ خداوند یسوع مسیح نے اپنے شاگردوں سے کہا تھا کہ "میری یادگاری" کے لئے ایسا ہی کیا کرنا۔ (1 کرنتھیوں 11 باب 24 اور 25 آیت) یہ کمیونٹی (کلیسیائی برادری) میں غریب ایمانداروں کا خیال رکھنے کا بھی ایک طریقہ کار تھا۔

شاگردوں کی رفاقت

"رفاقت" عہدِ جدید میں ایک ایسا لفظ ہے جو ایمان رکھنے والی جماعت کے فعال ہونے کو بیان کرتا ہے۔ ایک دوسرے کا خیال رکھنا بائبلی رفاقت کا ایک حصہ ہے۔ کیونکہ جب ایماندار باہم اکٹھے ہوتے ہیں، تو اُنہیں ایک دوسرے کی ضروریات کا علم ہوتا ہے اور وہ اُن ضروریات کو پورا کرنے کے لئے عملی قدم اُٹھاتے ہیں۔ شاگرد مزید کیا کرتے ہیں، اس موضوع پر سلسلہ گفتگو آگے بڑھانے کے لئے ہمیں رفاقت پر بات کرنے کی ضرورت ہے۔

بہت سے مسیحی "رفاقت" کو باہم مل کر ہلا گُلا کرنا سمجھتے ہیں۔ یقیناً جب ہم تفریح طبع سرگرمیوں میں شامل ہوتے ہیں تو اس سے تعلقات میں مضبوطی اور پختگی آتی ہے۔ جب ہم لوگوں کی رفاقت سے محضوظ ہوتے ہیں تو اس سے تعلقات کے بندھن مزید پختہ ہوتے ہیں۔ لیکن شاگرد ہونے کے مفہوم میں یہ بائبلی رفاقت نہیں ہے۔

رفاقت کا مقصد اور ہدف "ایک جان" ہونا ہے۔، تاکہ اُس (یسوع) کا مزاج اور فہم ہم میں پروان چڑھے۔ بالفاظ دیگر، رفاقت کا ہدف اور مقصد شاگرد سازی ہے۔ فلپیوں کے خط سے چند آیات اس مفہوم کو بیان کرتی ہے۔

"صرف یہ کرو کہ تُمہارا چال چلن مسیح کی خوشخبری کے مُوافق رہے تاکہ خواہ میں آؤں اور تمہیں دیکھوں، خواہ نہ آؤں تُمہارا حال سُنوں کہ تُم ایک روح میں قائم ہو اور انجیل کے ایمان کے لئے ایک جان ہو کر جانفشانی کرتے ہو۔" (فلپیوں 1 باب 27 آیت)

"پس اگر کُچھ تسلی مسیح میں اور مُحبت کی دِل جمعی اور رُوح کی شراکت اور رحم دِلی اور دردمندی ہے۔ تو میری یہ خوشی پوری کرو کہ یک دِل رہو۔ یکساں مُحبت رکھو۔ ایک جان ہو۔ ایک ہی خیال رکھو۔ ویساہی مزاج رکھو جیسا مسیح یسوع کا بھی تھا۔" (فلپیوں 2 باب 2، 1 اور 5 آیت)

مسیح یسوع کا مزاج رکھنے اور پھر بطور ایمانداروں کی ایک کمیونٹی ایک جان ہونے کا کیا معنی ہے؟ کیا اس کا معنی یہ ہے کہ ہر ایک رُکن چھوٹی سے چھوٹی بات پر بغیر اختلاف ایمان رکھے؟ نہیں۔ بائبل مقدس یگانگت کی بات کرتی ہے نہ کہ یکسانیت کی۔ "ایک جان" ہونے کو بہتر طور پر سمجھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ کمیونٹی کا ہر ایک رُکن ایک ہی ہدف، نصب العین اور مقصدِ حیات رکھے اور اُس کے لئے جانفشانی کرے۔ اور وہ مقصد، مسیح کی مانند بننا ہے۔ مقصد ہم آہنگی ہے نہ کہ مسیح کی مانند بننے کی جانفشانی میں بطور ایماندار ایک جماعت یا گروپ میں اکٹھے رہتے ہوئے ایک دوسرے کے نکتہ نظر پر اتفاق رائے ہے۔

ابتدائی دَور میں ایمانداروں کے گروپس اس مقصد کے حصول اور تکمیل کے لئے بہت سی سرگرمیوں میں باہم مل کر حصہ لیتے تھے۔ وہ مل کر دُعا کرتے، روزہ رکھتے، خداوند کی پرستش اور عبادت کرتے اور خدا کے کلام کا مطالعہ بھی کرتے تھے۔ یہ تمام سرگرمیاں ایسے کام ہیں جو شاگرد انفرادی طور پر کرنے کے ساتھ ساتھ اجتماعی سطح پر بھی کرتے ہے۔ میں اس موضوع پر بات کرتے ہوئے اُن میں سے ہر ایک نکتہ پر تفصیلی بیان پیش کروں گا۔

شاگرد دُعا کرتے ہیں

سادہ اصطلاح میں دُعا سے مُراد خدا سے باتیں کرنا ہے۔ لیکن اس پر غور وخوص کرنے کی ضرورت ہے۔ کیا خدا کو معلوم نہیں کہ ہم کیا سوچ رہے ہیں؟ وہ جانتا ہے۔ پس ہم کیوں دُعا کرتے ہیں؟ دُعا خدا کو کسی چیز کے بارے اطلاع دینے کا نام نہیں ہے۔ دُعا ایک طریقہ ہے جس سے ہم خدا (اور دیگر لوگوں) کو یہ بتاتے ہیں کہ ہم خدا پر توکل اور بھروسہ کرتے ہیں۔ یہ ایک طریقہ کار ہے جس کے تحت ہم اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ خدا کام کرے۔ اور یہ کہ ہم اپنے آپ پر بھروسہ نہیں کر رہے۔ ہم خدا کو یہ بتاتے ہیں کہ درپیش صورتحال میں ہمارے پاس کوئی حل نہیں ہے۔ ہمیں تیری ضرورت ہے۔ دعا کرنے سے خدا پر بھروسہ اور اُس (خدا) میں تحفظ کا احساس فروغ پاتا ہے۔

جب ہم اجتماعی سطح پر دُعا میں ٹھہرتے ہیں تو پھر بھی ہم خدا پر توکل اور بھروسے کا اظہار کرتے ہیں۔ یوں ہم اُس کی پرستش اور ستائش کرتے ہیں کہ وہی ہمارے مسئلوں کا حل ہے۔

اس مفہوم میں، دُعا ایک پرستش اور ستائش کا روّیہ بھی ہے۔ جب ہم گروپس میں دُعا کرتے ہیں تو پھر بھی دُعا کا یہی مفہوم اور مقصد ہوتا ہے۔

لوقا 11 باب 1 آیت میں، شاگردوں نے یوحنا (بپتسمہ دینے والے) اور اُس کے شاگردوں کا حوالہ، دیتے ہوئے خداوند سے یہ درخواست کی "خداوند ہمیں بھی دُعا کرنا سکھا جس طرح یوحنا بپتسمہ دینے والے نے اپنے شاگردوں کو دُعا کرنا سکھایا ہے۔" خداوند یسوع مسیح نے اُن کی درخواست کے جواب میں اُنہیں وہ دُعا کرنا سکھائی جو اب بہت معروف ہو چکی ہے اور اُسے ہم "دُعائے ربانی" کہتے ہیں۔ (لوقا 11 باب 2 تا 4 آیت، متی 6 باب 9 تا 15 آیت) یہ غور کرنا بہت اہم ہے کہ خداوند یسوع نے "دُعائے ربانی" میں اپنے شاگردوں کو یہ نہیں سکھایا کہ وہ کن الفاظ میں دُعا کریں۔ بلکہ یہ کہا کہ وہ "اس طرح سے " دُعا کریں۔ (متی 6 باب 9 آیت) وہ اُنہیں دُعا کا ایک نمونہ دے رہا تھا۔ ہمیں خدا سے بات کرنے کے لئے مخصوص الفاظ یا کسی فارمولے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بس خدا سے بات کریں، یہی اہم ہے۔ یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ دکھاوے کے لئے دُعا نہ کریں۔ (لوقا 18 باب 9 تا 14 آیت)

دُعائے ربانی میں ایسا کچھ نہیں ہے جس کے بارے میں خدا پہلے سے کچھ نہیں جانتا۔ دُعا کا مطلب خدا کی معلومات یا علمی کمی پورا کرنا نہیں ہے۔ اس کے برعکس دُعا، پرستش اور خدا کی تعظیم و تمجید کے الفاظ سے معمور ہوتی ہے۔ (" تیرا نام پاک مانا جائے۔") اس میں خدا کی تابعداری ہوتی ہے۔ (" تیری مرضی پوری ہو۔") دُعا کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ ہمارے دل خداوند کی بزرگی، قدوسیت اور عظمت کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائیں اور ہمارے اندر بھروسہ اور توکل کرنے کا روّیہ پروان چڑھے۔

بائبل مقدس شخصی اور اجتماعی دُعاؤں سے بھری ہوئی ہے۔ اگر آپ اِن دعاؤں کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ آپ اپنے خیالات، احساسات اور جذبات (غم وغصہ، پیار، ترس اور ہمدردیوں وغیرہ) کا اظہار بھی دُعا میں کر سکتے ہیں۔ جب ہم کچھ کرتے ہیں تو خدا اُس وقت کچھ سیکھ نہیں رہا ہوتا۔ خداوند یسوع مسیح نے کہا تھا کہ خدا فی الحقیقت اپنی لامحدود حکمت کے مطابق جواب دے گا۔ ہو سکتا ہے کہ دُعا کا جواب ہماری توقع کے مطابق نہ ہو۔ لیکن خدا کو علم ہوتا ہے کہ کون سی چیز ہمارے تجربہ میں آنے والی ہے۔ اور کون سی چیز ہمارے روّیوں اور طرزِ عمل یا حُسنِ سلوک پر اثرانداز ہو گی اور اس سے خدا کا کون سا منصوبہ پایہ تکمیل کو پہنچے گا۔ خدا غیر متوقع طور پر بھی جواب دیتا ہے۔

بائبل مقدس کی دُعائیں اپنی ذات تک محدود نہیں ہوتیں۔ بلکہ زیادہ تر دُعاؤں کا ہدف دوسروں کے لئے برکت چاہنا ہوتا ہے۔ جس میں ہم دوسروں کے لئے خدا کے رحم و ترس کو مانگتے کرتے ہیں۔ دُعا میں ہم ہر وقت اپنی ضروریات اور خواہشات کا ہی ذکر نہیں کرتے رہتے۔

خداوند یسوع مسیح نے اکثر و بیشتر دُعا میں وقت گزارا۔ اُس نے اپنی تعلیم کے مطابق ہی کیا کہ دُعا ثابت قدمی اور استقلال سے کی جانی چاہئے۔ (کلسیوں 4 باب 2 تا 6 آیت، لوقا 18 باب 1 تا 8 آیت) خداوند یسوع مسیح کی ہر دُعا کا جواب نہیں ملا تھا۔ اور وہ پھر بھی مطمئن تھا کیونکہ اُس کی دلچسپی یہی تھی کہ خدا کی مرضی پوری ہو۔ (متی 26 باب 36 تا 46 آیت) یہ دُعا کے تعلق سے ایک یاد رکھنے والی بات ہے۔ خداوند یسوع مسیح نے تعلیم دی کہ جب ہم دُعا کریں گے تو خدا جواب دے گا۔ (لوقا 11 باب 9 تا 13 آیت) لیکن ہم یہ خیال نہیں کر سکتے کہ خدا ہماری مرضی کے مطابق جواب دے گا خواہ ہم اُس کی نافرمانی میں زندگی بسر کریں یا پھر اُس کی مرضی کے متضاد طرزِ زندگی اپنائیں۔

(یعقوب 4 باب 3 آیت، 1 یوحنا 5 باب 14 آیت اور 3 باب 22 آیت)

شاگرد روزہ رکھتے ہیں

شائد بہت سے قارئین روزہ سے ناآشنا ہوں گے۔ بالعموم "روزہ" سے مُراد کسی چیز سے اجتناب کرنا ہے۔ کھانے سے "روزہ رکھنے" کا معنی ہے کھائے پئے بغیر رہنا۔ بائبل مقدس میں اس قسم کا روزہ ہمیں بہت زیادہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ خداوند یسوع مسیح نے روزہ رکھا۔ (متی 4 باب 2 آیت) اُس نے توقع کی کہ اُس کے شاگرد بھی اُس کے نمونے پر چلتے ہوئے روزہ رکھیں، اُس نے ساتھ ہی اُنہیں یہ بھی انتباہ کیا کہ جب وہ روزہ رکھیں تو ریاکاروں جیسا طرزِ عمل اختیار نہ کریں۔ (متی 6 باب 16 تا 18 آیت) روزہ کا مقصد لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنا نہیں ہے۔ یہ آپ اور خدا کے درمیان ایک مخصوص وقت ہوتا ہے۔

روزہ محض کھانے پینے سے اجتناب کا نام نہیں ہے۔ آپ جس طرح بھی چاہیں، کئی ایک چیزوں سے اجتناب کر سکتے ہیں۔ خداوند یسوع جسمانی وزن کم کرنے کے لئے کسی حکمت عملی کی سفارش نہیں کر رہا تھا۔ جب خداوند یسوع مسیح نے روزہ رکھا اور روزہ کے بارے میں تعلیم دی تو اُس کے ذہن میں کچھ اور ہی تھا۔ اگرچہ بائبل مقدس میں روزے کی کئی ایک مثالیں موجود ہیں۔ تاہم اس کے لئے کوئی مخصوص قواعد ضوابط

موجود نہیں ہے۔ پولس رسول نے بیان کیا ہے کہ شادی شدہ لوگ جنسی تعلقات کا روزہ رکھ سکتے ہیں۔(1 کرنتھیوں 7 باب 1 تا 5 آیت) تاکہ وہ دُعا میں زیادہ توجہ اور وقت دے سکیں۔

لیکن ایسا کیوں کیا جائے؟ 1 کرنتھیوں 7 باب 5 آیت میں پولس رسول کی شادی شدہ جوڑوں کے جنسی تعلقات سے پرہیز کرنے کی بات ہمیں ایک اشارہ دیتی ہے۔"

"تُم ایک دُوسرے سے جُدا نہ رہو مگر تھوڑی مُدت تک آپس کی رضامندی سے تاکہ دُعا کے واسطے فُرصت مِلے اور پھر اکٹھے ہو جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ غلبہ نِفس کے سبب سے شیطان تُم کو آزمائے۔"

روزہ ایک روحانی مشق ہے جس کا مقصد یہی ہے کہ دُعا میں پوری توجہ کے ساتھ وقت گزارا جائے۔ یہ سب کچھ کیسے ہوتا ہے؟ شائد اس سلسلہ میں ایک مثال مددگار ثابت ہو گی۔ اگر ایک دن کے لئے آپ کھانے پینے سے پرہیز کرنے کا فیصلہ کر لیتے ہیں، جب بھی آپ کو بھوک محسوس ہو گی، تو آپ کو یاد آجائے گا کہ آپ نے دُعا میں وقت گزارنا ہے۔ آپ کا روزہ آپ کی توجہ اُس مقصد کی طرف مبذول کرتا ہے جس کے لئے آپ نے روزہ رکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔

روزہ کے بارے میں سوچنے کا ایک اور طریقہ یہ پوچھنا ہے کہ کون سی چیز بالعموم ہمیں دُعا کرنے اور خدا پر توجہ مرکوز کرنے سے روکتی ہے۔ ہمارا فون، ٹیلی ویژن یا کوئی اور مشغلہ بھی ہو سکتا ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جنہیں ہم مخصوص وقت کے لئے ایک طرف رکھ سکتے ہیں (ان سے پرہیز یا روزہ رکھ سکتے ہیں) تاکہ ہم خدا اور دُعا پر اپنی توجہ مرکوز کر سکیں۔

ابتدائی کلیسیا نے اجتماعی طور پر دُعا میں خدا کی طرف متوجہ ہونے کے لئے روزہ رکھا۔(اعمال 13 باب 1 تا 3 آیت، 14 باب 23 آیت) عہدِ عتیق میں، خدا کے لوگ گناہ پر پچھتاتے ہوئے اپنے غم کا اظہار کرنے کے لئے روزہ رکھ کر توبہ کرتے تھے۔(یرمیاہ 36 باب 6 آیت، یوایل 2 باب 12 آیت)

شاگرد پرستش کرتے ہیں

ہو سکتا ہے کہ آپ یہ سمجھتے ہوں کہ پرستش کی تعریف بیان کرنا یا اسے سمجھنا بہت آسان ہے۔ جی ہاں یہ آسان بھی ہے اور مشکل بھی ہے۔ اکثر ہم گرجہ گھر میں موسیقی کی تال پر گیت سنگیت کو پرستش کا نام دیتے ہیں۔ یہ پرستش نہیں ہے۔ جی ہاں کم از کم بائبل مقدس کے مطابق یہ پرستش نہیں ہے۔ اگرچہ گیت سنگیت مسیحی رفاقتوں کا ایک حصہ ہوا کرتا تھا۔(افسیوں 5 باب 19 آیت، کلسیوں 3 باب 16 آیت) ہماری تہذیب میں ایک اور رُجحان یہ بھی پایا جاتا ہے کہ ہم اپنی باطنی وجذباتی کیفیت یا تجربے کو بھی پرستش سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ بھی پرستش اور ستائش نہیں ہے۔ بہت سے حوالہ جات ہیں جن پر ہم غور وخوص کر سکتے ہیں۔ لیکن آئیں یہاں پر دو حوالہ جات پر اپنی توجہ مرکوز کرتے ہیں۔

"پس اَے بھائیو۔ میں خُدا کی رحمتیں یاد دِلا کر تُم سے التماس کرتا ہوں کہ اپنے بدن ایسی قربانی ہونے کے لئے نذر کرو جو زندہ اور پاک اور خُدا کو پسندیدہ ہو۔ یہی تُمہاری معقول عبادت ہے۔ اور اِس جہان کے ہم شکل نہ بنو بلکہ عقل نئی ہو جانے سے اپنی صُورت بدلتے جاؤ تا کہ خُدا کی نیک اور پسندیدہ اور کامل مرضی تجربہ سے معلوم کرتے رہو۔" (رومیوں 12 باب 1، 2 آیت)

"مگر وہ وقت آتا ہے بلکہ اَب بھی ہے کہ سچے پرستار باپ کی پرستش رُوح اور سچائی سے کریں گے کیونکہ باپ اپنے لئے ایسے ہی پرستار ڈُھونڈتا ہے۔" (یوحنا 4 باب 23 آیت)

پاک زندگی گزارنے کے موضوع پر ہم نے پہلے ہی بات کرلی ہے۔ آپ کس طرح خدا کی پرستش کرتے ہیں؟ خداوند یسوع مسیح کی طرح؟ دُنیا کے ہمشکل نہ بنو۔ اِس کی اقدار اور اپنی خواہشات کی تسکین کے پیچھے نہ بھاگو۔ حقیقی پرستش کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔

دوسرا حوالہ خصوصی وجہ سے بڑی دلچسپی کا حامل ہے۔ خداوند یسوع نے سامری عورت کو بتایا کہ خدا اپنے لئے پرستار ڈھونڈتا ہے۔ لٰہذا پرستش کا آغاز ہماری طرف سے نہیں ہوتا۔ ہمیں خدا کی محبت اور بھلائی کے لئے اپنا ردِ عمل ظاہر کرنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ اس محبت کا اظہار مختلف جگہوں پر مختلف انداز میں ہوتا ہے۔ ہم شخصی طور پر خدا کی پرستش کرسکتے ہیں۔ موسیقی کی دُھن پر اور بغیر آلاتِ موسیقی بھی خدا کی پرستش کی جاسکتی ہے۔ گرجہ گھر اور گرجہ گھر کے باہر بھی پرستش کی جاسکتی ہے۔ ہم اجتماعی طور پر بھی خدا کی پرستش کرسکتے ہیں یعنی دوسرے ایمانداروں کے ساتھ باہمی رفاقت میں بھی خدا کی پرستش کی جاسکتی ہے۔

جب ایماندار رفاقت میں باہم اکٹھے ہوتے ہیں تو وہ ایک دوسرے کو محبت کرنے اور نیک اعمال کے لئے متحرک کرتے ہیں۔

(عبرانیوں 10 باب 24 اور 25 آیت) بالفاظ دیگر، وہ خداوند یسوع کے نمونے پر چلتے ہوئے ایک دُوسرے کو روحانی پرستش کے لئے اُبھارتے تھے۔ وہ خدا کی اچھائی اور بھلائی، اُس کی محبت اور اپنے درمیان اُس کی مبارک حضوری کے لئے خدا کی پرستش کرسکتے ہیں۔

(اعمال 2 باب 46 اور 47 آیت، یعقوب 5 باب 13 آیت) پرستش میں گیت اور سنگیت شامل ہوتے تھے۔ (متی 26 باب 30 آیت) افسیوں 5 باب 19 آیت کلسیوں 3 باب 16 آیت) حقیقی، روح اور سچائی سے کی جانے والی پرستش کا گہرا تعلق پاکیزہ زندگی سے ہے۔ "تا کہ عُمدہ عُمدہ باتوں کو پسند کرسکو اور مسیح کے دِن تک صاف دِل رہو اور ٹھوکر نہ کھاؤ۔ اور راست بازی کے پھل سے جو یسوع مسیح کے سبب سے ہے بھرے رہو تا کہ خُدا کا جلال ظاہر ہو اور اُس کی سِتایش کی جائے۔" (فلپیوں 1 باب 10 تا 11 آیت)

ہم اِس حقیقت سے آنکھ چُرا نہیں سکتے کہ خدا کی "روح سے کی جانے والی پرستش" کا تعلق ہمارے طرزِ زندگی سے ہوتا ہے۔ (رومیوں 12 باب 1 اور 2 آیت) یہ کوئی ایسا تجربہ نہیں ہے جو آپ کلیسیا یا گھر پر 30 منٹ کے لئے کرتے ہیں۔ ایسی پرستش وہی زندگی کرسکتی ہے جس کا مرکز و محور خدا کی ذاتِ اقدس ہو اور جسے خدا کی طرف سے ہدایت اور توفیق ملے۔

شاگرد گناہ کا اقرار کر کے خدا کی معافی کو قبول کرتے ہیں

جب ایک شاگرد مسیح کی پیروی کا سفر شروع کرتا ہے تو اُسے ناکامی کا سامنا بھی ہوتا ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی خداوند یسوع مسیح کی طرح بے گناہ اور لاخطا نہیں ہے۔ (2 کرنتھیوں 5 باب 21 آیت، 1 پطرس 2 باب 21 آیت اور 22 آیت 1 یوحنا 3 باب 5 آیت) اور نہ ہی ہم بے گناہ ہونے کی اُمید کر سکتے ہیں۔ اس نکتہ پر بائبل مقدس بالکل واضح طور پر بیان کرتی ہے۔ شاگردوں نے گناہ کیا۔ (مرقس 14 باب 30 آیت)، 68 اور 72 آیت) اُن میں سے ایک، یعنی یوحنا رسول نے بعد ازاں اپنی زندگی میں یہ لکھا۔

"لیکن اگر ہم نُور میں چلیں جس طرح کے وہ نُور میں ہے تو ہماری آپس میں شراکت ہے اور اُس کے بیٹے یسوع کا خُون ہمیں تمام گناہوں سے پاک کرتا ہے۔ اگر ہم کہیں کہ ہم بے گناہ ہے تو اپنے آپ کو فریب دیتے ہیں اور ہم میں سچائی نہیں۔ اگر اپنے گناہوں کا اقرار کریں تو وہ ہمارے گُناہوں کو معاف کرنے اور ہمیں ساری ناراستی سے پاک کرنے میں سچا اور عادِل ہے۔ اگر کہیں کہ ہم نے گُناہ نہیں کِیا تو اُسے جھوٹا ٹھہراتے ہیں اور اُس کا کلام ہم میں نہیں ہے۔" (1 یوحنا 1 باب 7 تا 10 آیت)

یہ جاننا اچھی بات ہے کہ خدا کے خاندان میں ہماری شمولیت ہماری روحانی کارکردگی کی بنا پر نہیں ہے۔ ہمارے اچھے اور نیک اعمال خدا کو ہمارا مقروض نہیں کرتے۔ اگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا معیارِ زندگی اس قدر بلند ہے کہ خدا ہم کو ابدی زندگی دینے کا مقروض ہے تو ایسا طرزِ فکر ترک کر دیں۔ ہماری روحانی کارکردگی (یا کمی) اُسے ہم سے دُور نہ کر سکی۔ خدا نے ہم سے محبت رکھی۔ "اُس وقت جب ہم گنہگار ہی تھے"

(رومیوں 5 باب 8 آیت) پس ہمیں لازمی طور پر یہ یاد رکھنا ہوگا، کہ ہماری نجات کسی بھی نیک اعمال یا رسومات سے خریدی نہیں جا سکتی ہے۔ اِس لئے یہ کسی اخلاقی معیار پر پورا نہ اُترنے کی صورت میں کھوئی بھی نہیں جا سکتی۔ اگر غلطی ہو جائے، اقرار کریں، بحال ہو جائیں اور اپنے اعتماد کو نہ کھوئیں کہ آپ خدا کے گھرانے کے لوگ ہیں۔

چونکہ ہم ناقص، ادھُورے اور ناکامل ہیں اِس لئے مسیح یسوع کا حقیقی شاگرد خدا کی محبت اور مہربانی پر توجہ مرکوز رکھتا ہے۔ یوحنا کے خط میں سے دئے گئے حوالہ کو دوبارہ سے پڑھیں۔ یہ حوالہ ہمیں بتاتا ہے کہ جب ہم کچھ بھی ایسا کرنے سے جو مسیح کے نمونے کی پیروی سے متعلق نہ ہو خدا کو مایوس کر دیتے ہیں تو ہمیں دراصل کیا کرنا ہے؟ بعض اوقات ہم کچھ ایسے کاموں کو ادھُورا چھوڑنے سے بھی خدا کے کام میں رکاوٹ ڈال دیتے ہیں جن کا تعلق مسیح کی مانند بننے سے ہوتا ہے۔ مذکورہ حوالہ ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے کہ ہم ایسی صورتحال میں کیا اقدام کریں" اگر ہم اپنے گناہوں کا اقرار کریں تو وہ ہمیں معاف کرنے میں سچا اور عادل ہے۔ اور ہمیں ساری ناراستی سے پاک کرتا ہے۔"

جب ہم سے گناہ سرزد ہو جائے اور ہم ناکامی سے دوچار ہوں، ہمیں لازمی طور پر اُس کا اقرار کر لینا چاہئے - یہی اقرار و اعتراف کا معنی ہے۔ ہمیں اپنے گناہ کو چھپانا نہیں چاہئے۔ اس کے لئے بہانہ تراشی سے بھی گریز کریں۔ نہ ہی اس کے لئے کوئی وجہ بیان کرنے یا اس کے پیچھے

اپنی عقل اور منطق پیش کرنے کی کوشش کریں۔ خدا یہی چاہتا ہے کہ ہم اِس کا اقرار کرلیں۔ کیوں؟ ہمیں عاجز اور فروتن ہونے کی ضرورت ہے۔ ہمیں یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ نجات ہماری روحانی کاوّشوں اور محنتوں کا ثمر نہیں ہے بلکہ یہ اُس کام کا نتیجہ ہے جو خداوند یسوع مسیح نے ہمارے لئے صلیب پر سرانجام دیا ہے۔ گناہوں کا اقرار واعتراف اِس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ ہم خداوند یسوع مسیح کے وسیلہ سے خدا کے فرزند ہیں۔ ہمیں یاد رکھنا ہوگا کہ ہمارا گناہ ہمیں خدا سے جدا نہیں کرسکتا۔ ہمیں خدا کے گھرانے سے باہر نکال نہیں دیا جائے گا۔ (رومیوں 8 باب 31 آیت تا 39 آیت) اس سے پہلے کہ ہم خوشخبری کے پیغام کو قبول کرتے، خدا کو علم تھا کہ ہم خطا کے پتلے ہیں۔ جب ہم سے خطا ہوتی ہے، تو خدا کو اس سے حیرت نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی ایسا کرنے سے ہمارے بارے میں خدا کے جذبات اور احساسات میں کوئی تبدیلی واقع ہوتی ہے۔

ایک نمایاں اور بہت واضح سوال یہ ہے، ہمیں کیونکر گناہ کرنے کے بارے میں بہت محتاط ہونا چاہئے۔ عہدِ جدید میں شاگردوں نے لوگوں میں ایسا روّیہ دیکھا۔ پولس رسول رومیوں کے مسیحیوں کو خط لکھتے وقت اس روّیہ کو سامنے لایا۔

"پس ہم کیا کہیں؟ کیا گُناہ کرتے رہیں تاکہ فضل زیادہ ہو؟ ہرگز نہیں۔ ہم جو گُناہ کے اعتبار سے مَر گئے کیوں کر اُس میں آئندہ کو زِندگی گزاریں؟ پس گُناہ تُمہارے فانی بدن میں بادشاہی نہ کرے کہ تُم اُس کی خواہشوں کے تابع رہو۔ اور اپنے ہتھیار ناراستی کے ہتھیار ہونے کے لئے گُناہ کے حوالہ نہ کیا کرو بلکہ اپنے آپ کو مُردوں میں سے زندہ جان کر خُدا کے حوالہ کرو اور اپنے اعضا راست بازی کے ہتھیار ہونے کے لئے خُدا کے حوالہ کرو۔ اس لئے کہ گُناہ کا تُم پر اختیار نہ ہوگا کیونکہ تُم شریعت کے ماتحت نہیں بلکہ فضل کے ماتحت ہو۔ پس کیا ہوا؟ کیا ہم اِس لئے گُناہ کریں کہ شریعت کے ماتحت نہیں بلکہ فضل کے ماتحت ہیں؟ ہرگز نہیں۔ کیا تُم نہیں جانتے کہ جِس کی فرمانبرداری کے لئے اپنے آپ کو غُلاموں کی طرح حوالہ کر دیتے ہو اُسی کے غلام ہو جس کے فرمانبردار ہو خواہ گُناہ کے جس کا انجام موت ہے خواہ فرمانبرداری کے جِس کا انجام راست بازی ہے؟" (رومیوں 6 باب 1 اور 2 آیت، 12 سے 16 آیت)

غور کریں بائبل مقدس یہ نہیں کہتی۔ "خدا منع کرتا ہے، گناہ نہ کرو، وگرنہ خدا آپ سے پیار نہیں کرے گا۔" بلکہ لمحہ فکریہ اپنی تباہی وبربادی کا سامان کرنا ہے۔ پس ایک طرف تو ہم اپنی فطرت کے سبب گناہ کی طرف راغب ہوتے ہیں لیکن دوسری طرف، ہم گناہ سے اجتناب کریں گے۔ یہ ایک کشمکش ہے جسے پولس رسول بڑے اچھے طریقہ سے سمجھتا تھا۔ (رومیوں 7 باب 7 تا 25 آیت) تو بھی وہ خداوند یسوع مسیح کا ایک قابلِ ذکر اور غیر معمولی پیروکار تھا۔ عہدِ جدید ہمیں کئی بار انتباہ کرتا ہے کہ ہمارے اندر ایک جنگ لگی ہوئی ہے۔ ہمارے دل تو خداوند کی پیروی کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ہماری ناقص ذات، ہمیں جسمانی خواہشوں کی تسکین اور تکمیل کی طرف مائل کرتی اور معیارِ زندگی میں دوسروں پر سبقت لے جانے کی تحریک دیتی ہے (یعقوب 4 باب 1 آیت 1 پطرس 2 باب 11 آیت)

مسیح کی پیروی کا طالب ہونا بہت اچھی سوچ ہے، ایک مشہور معقولہ ہے "بہت جلد خدا کے ساتھ اپنا حساب کتاب برابر کر لینا چاہیئے۔" یہاں پر مرکزی خیال یہ ہے کہ جب ہم ناکام ہوں، ہم بلا تاخیر اپنے گناہ کا اقرار کر لیں اور اُس کی معافی کے لئے اُس کے شکر گزار ہوں۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارے گناہوں کی قیمت خداوند یسوع نے چکائی تھی۔ ہمیں وفاداری سے اُس کی محبت کے اسیر ہوتے ہوئے اُس کی پیروی کرنی چاہیئے۔ دل سے اُس کے شکر گزار ہوں کہ وہ ہماری خاطر صلیب پر گیا۔ "اُس وقت جب ہم گنہگار ہی تھے۔"

(رومیوں 5 باب 8 آیت) تاکہ ہم اُس کے بھائی اور بہنیں قرار پا سکیں۔

شاگرد بائبل مقدس کا مطالعہ کرتے ہیں

ابتدائی کلیسیا میں ایماندار رسولوں کی تعلیم کو سنتے اور کتابِ مقدس کا مطالعہ کرتے تھے۔ پولس اور دیگر مشنری بھی جب کہیں کلیسیا قائم کرتے تھے تو ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ (اعمال 2 باب 42 آیت، 4 باب 2 آیت، 5 باب 42 آیت، 17 باب 10 اور 11 آیت۔ 18 باب 11 آیت۔ 20:20 اعمال 5 باب 42 آیت) عہدِ جدید میں بائبل مقدس کو سیکھنے کا ایک مشترک طریقہ تھا۔ کیونکہ اُس دَور میں زیادہ تر لوگوں کے پاس اپنی ذاتی بائبل مقدس نہیں ہوا کرتی تھی۔ بہت سے ایماندار لکھ پڑھ بھی نہیں سکتے تھے۔ دورِ جدید میں ہم تعلیم یافتہ تہذیب کا حصہ ہیں اور بائبل مقدس بھی دستیاب ہے، اس لئے ہم کمیونٹی میں سیکھنے کے دستیاب موقع سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

خداوند یسوع مسیح کی پیروی کے لئے خدا کے کلام کو سیکھنا بہت ضروری ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں گناہ (بُرے رویّوں، بُرے سلوک سے کس طرح اجتناب) اور رُوح سے معمور زندگی (طرزِ عمل) کے بارے جانکاری کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ خدا کا کلام ہی ہمیں سکھاتا ہے "کہ تُم اپنے اگلے چال چلن کی اُس پُرانی اِنسانیت کو اُتار ڈالو جو فریب کی شہوتوں کے سبب سے خراب ہوتی جاتی ہے۔ اور اپنی عقل کی روحانی حالت میں نئے بنتے جاؤ۔ اور نئی اِنسانیت کو پہنو جو خُدا کے مطابق سچائی کی راست بازی اور پاکیزگی میں پیدا کی گئی ہے۔" (افسیوں 4 باب 22 تا 24 آیت) جب ہم انجیل پر ایمان لا کر خدا کے گھرانے کا حصہ بنتے ہیں تو خدا کا پاک روح ہم میں سکونت کرتا اور۔ (1 کرنتھیوں 3 باب 16 اور 17 آیت، 6 باب 19 اور 20 آیت، 2 کرنتھیوں 6 باب 16 آیت، افسیوں 2 باب 22 آیت) پھل دار زندگی بسر کرنے میں ہماری مدد کرتا ہے۔

"اور اگر تُم رُوح کی ہدایت سے چلتے ہو تو شریعت کے ماتحت نہیں رہے۔ اب جِسم کے کام تو ظاہر ہیں یعنی حرام کاری۔ ناپاکی۔ شہوت پرستی ۔ بُت پرستی۔ جادُوگری۔ عداوتیں۔ جھگڑا۔ حسد۔ غصہ۔ تفرقے۔ جُدائیاں۔ بِدعتیں۔ بُغض۔ نشہ بازی۔ ناچ رنگ اور اَور اِن کی مانند۔ اِن کی بابت تمہیں پہلے سے کہے دیتا ہوں جیسا کہ پیشتر جتا چکا ہوں کہ ایسے کام کرنے والے خُدا کی بادشاہی کے وارث نہ ہوں گے۔ مگر رُوح کا پھل مُحبت۔ خُوشی۔ اِطمینان۔ تحمل۔ مِہربانی۔ نیکی۔ ایمان داری۔ حِلم۔ پرہیز گاری ہے۔ ایسے کاموں کی کوئی شریعت مخالف نہیں۔ اور جو مسیح یسوع کے ہیں اُنہوں نے جِسم کو اُس کی رغبتوں اور خواہشوں سمیت صلیب پر کھینچ دیا ہے۔" (گلتیوں 5 باب 18 تا 24 آیت)

شاگرد خدا کے کلام کو سیکھتے اوراُس کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسی طرح سے خداوند یسوع نے اپنے شاگردوں کو عملی طور پر دکھایا تھا کہ وہ خدا باپ سے محبت رکھتا ہے۔ اُس نے خدا کی مرضی کی فرمانبرداری کی۔ ایسا کرنے میں کلیسیائی برادری ایک بہت بڑی مدد ہے۔ کلیسیائی برادری میں پختہ، مضبوط اور بالغ مسیحیوں سے ہمارا میل جول ہوتا ہے۔ جو کئی سالوں سے مسیح خداوند کی پیروی کر رہے ہوتے ہیں۔ ہم سیکھ سکتے ہیں کہ جب اُنہوں نے "پرانی انسانیت کو اُتار کر نئی انسانیت کو پہن لینا سیکھ لیا" تو کس طرح اُن کی زندگی تبدیل ہو گئی۔ وہ ہمیں خدا کی محبت اور معافی کے بارے میں یاد کرا سکتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں، ہر ایک مسیحی گناہ سے باز رہنے اور درست کام کرنے کے لئے ایک کشمکش کا شکار ہوتا ہے، (1 یوحنا 1 باب 5 تا 10 آیت) حتیٰ کہ رسولوں کو بھی گناہ پر غالب آکر دُرست کام کرنے کے لئے ایک کشمکش سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ (رومیوں 7 باب 7 تا 25 آیت، گلتیوں 2 باب 11 تا 24 آیت) کلیسیائی برادری کا معنی ہے، احتساب، ہمدردی، حوصلہ افزائی، بالخصوص جب ہم زیادہ سے زیادہ مسیح کی مانند بننے کے طالب ہوتے ہیں۔

شاگرد دُکھ اُٹھاتے ہیں

ہو سکتا ہے کہ یہ نکتہ آپ کو حیرت میں ڈال دے۔ لیکن عہدِ جدید میں یہ صورتحال بالکل واضح ہے۔ خداوند یسوع مسیح نے اپنے شاگردوں کو بتایا۔

"اگر دُنیا تُم سے عداوت رکھتی ہے تو تُم جانتے ہو کہ اُس نے تُم سے پہلے مُجھ سے عداوت رکھی ہے۔ اگر تُم دُنیا کے ہوتے تو دُنیا اپنوں کو عزیز رکھتی لیکن چونکہ تُم دُنیا کے نہیں بلکہ میں نے تُم کو دُنیا میں سے چُن لیا ہے اس واسطے دُنیا تُم سے عداوت رکھتی ہے۔ جو بات میں نے تُم سے کہی تھی اُسے یاد رکھو کہ نوکر اپنے مالک سے بڑا نہیں ہوتا۔ اگر اُنہوں نے مُجھے ستایا تو تمہیں بھی ستائیں گے۔ اگر اُنہوں نے میری بات پر عمل کِیا تو تُمہاری بات پر بھی عمل کریں گے۔" (یوحنا 15 باب 18 تا 20 آیت)

یہی وہ مقام ہوتا ہے جہاں پر ایمان رکھنے والی وفاداری کی جانچ پرکھ ہوتی ہے۔ یہ سیکھنا ایک بات ہے کہ ہمیں زندگی بسر کرنے کے لئے سیکھنا پڑتا ہے۔ لیکن مسیح کی پیروی کرنا اور اُس کے لئے دُکھ اٹھانا ایک الگ بات ہے۔ رسولوں نے مسیح یسوع کی پیروی کرتے ہوئے دُکھ اٹھایا۔

(اعمال 5 باب 41 آیت، 9 باب 16 آیت۔ 21 باب 13 آیت۔ 2 کرنتھیوں 11 باب 22 تا 29 آیت) ایمان کو تھامے رکھنا یا ایمان پر قائم رہنا ایک ایسا موضوع ہے جو عہدِ جدید میں ہمیں بار بار دکھائی دیتا ہے۔ (رومیوں 8 باب 17 آیت اور 18 آیت۔ 2 کرنتھیوں 1 باب 3 تا 7 آیت) فلپیوں 1 باب 27 تا 30 آیت، 1 پطرس 3 باب 13 تا 17 آیت) پطرس رسول جو کہ خداوند یسوع مسیح کے بارہ شاگردوں میں سے ایک تھا، اُس نے مسیح یسوع کو دُکھ اُٹھاتے ہوئے دیکھا تھا اور وہ اپنے ایمان کے سبب سے قید میں بھی ڈالا گیا۔ (اعمال 12 باب 1 تا 19 آیت) اس نے ایمانداروں کو لکھا جو ایذاہ رسانی کے باعث جابجا تتر بتر ہو گئے تھے۔

"اس لیے اگر تُم نے گُناہ کر کے مکے کھائے اور صبر کیا تو کون سا فخر ہے ؟ہاں نیکی کر کے دُکھ پاتے اور صبر کرتے ہو تو یہ خُدا کے نزدِیک پسندیدہ ہے۔ اور تُم اس لیے بلائے گئے ہو کیونکہ مسیح بھی تُمہارے واسطے دُکھ اُٹھا کر تُمہیں ایک نُمونہ نہ دے گیا ہے تا کہ اُس کے نقشِ قدم پر چلو۔ نہ اُس نے گُناہ کیا اور نہ اُس کے مُنہ سے مکر کی بات نِکلی۔ نہ وہ گالیاں کھا کر گالی دیتا تھا اور نہ دُکھ پا کر کِسی کو دھمکاتا تھا بلکہ اپنے آپ کو سچے اِنصاف کرنے والے کے سپُرد کرتا تھا۔" (1 پطرس 2 باب 20 تا 23 آیت)

دُکھ اٹھاتے ہوئے ہمیں یاد رکھنا ہو گا کہ انجیل ہم سے پُر آسائش اور آرام وراحت سے بھرپوری زندگی کا وعدہ نہیں بلکہ آنے والی ابدی زندگی میں خدا کے گھرانے میں ایک ابدی مقام کا وعدہ کرتی ہے۔ یہ دُنیا ہمارا اصلی گھر نہیں ہے۔

شاگرد مزید شاگرد بناتے ہیں

جب ہم خدا سے پیار کرتے ہیں تو پھر ہمارے ہمسائے اور ہمارے اِرد گرد کے لوگ اور ایماندار ہمارے شاگرد ہونے کا ایک اہم پہلو ہیں۔ شاگرد ایک اہم کام یہ کرتا ہے کہ وہ مزید شاگرد بناتا ہے۔ خداوند یسوع مسیح نے صعود فرمانے سے پہلے اپنے شاگردوں کو یہی حکم دیا تھا۔ اسی لئے تو اسے ارشادِ اعظم کہا جاتا ہے۔

"پس تُم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ اور اُن کو باپ اور بیٹے اور رُوحُ القُدس کے نام سے بپتسمہ دو۔ اور اُن کو یہ تعلیم دو کہ اُن سب باتوں پر عمل کریں جِن کا میں نے تُم کو حکم دِیا ہے اور دیکھو مَیں دُنیا کے آخر تک ہمیشہ تُمہارے ساتھ ہُوں۔" (متی 28 باب 19 اور 20 آیت)

"سب قوموں کو شاگرد بناؤ" بائبل مقدس کی کہانی کا یہ بہت بڑا حصہ تھا۔ مافوق الفطرت قوتوں کا اختیار جس نے قوموں کو اپنا غلام بنا رکھا تھا اب ختم ہو گیا تھا۔ خدا یہ چاہتا ہے کہ اُس کے بچے اُس کے شریک کار ہوں۔ یعنی اُس کے بیٹے کے شاگرد بنیں۔ تا کہ ہر جگہ خوشخبری کی منادی کر سکیں۔ خدا زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنے خاندان کا حصہ بنانا چاہتا ہے۔ ہمارا کام خوشخبری کا پیغام سنانا ہے، لوگوں کے سامنے اُس کے مطابق زندگی بسر کرنا اور اُنہیں خدا کے گھرانے میں شامل کرنا ہے۔ اور پھر اُنہیں تعلیم دیں کہ وہ بھی ایسا ہی کریں۔

ہم یہ سب کچھ کس طرح کرتے ہیں؟ ہم اپنے ایمان کے بارے میں لوگوں کو بتاتے ہیں۔ ہم اُنہیں بتاتے ہیں کہ کس طرح ہم نے خوشخبری کا یقین کیا۔ یہ بہت ہی سادہ سی بات ہے۔

اوّل۔ لوگوں کو بتائیں کہ مسیح یسوع کی خوشخبری پر ایمان لانے سے پہلے آپ کی زندگی کیسی تھی اور کس طرح آپ نے اُس معافی کو حاصل کر لیا جو مسیح یسوع کے وسیلہ سے خدا کی طرف سے ملتی ہے۔ لوگوں کو کہانیاں سننا پسند ہوتا ہے، خاص طور پر دوسرے لوگوں کے بارے میں، ایسا کیوں کر ہے؟ کیونکہ کسی دوسرے کی کہانی میں کوئی نہ کوئی ایسا پہلو ضرور ہوتا ہے جو ہماری کہانی سے مشابہت رکھتا ہے۔ جب آپ دوسروں کو اپنی کہانی سنائیں کہ آپ نے کس طرح خوشخبری کو سمجھا اور آپ کی زندگی کس طرح بدل گئی۔ کیونکہ بالعموم آپ جس شخص سے

بات کر رہے ہوں گے وہ آپ کی زندگی سے واقف ہو گا۔ اور عین ممکن ہے کہ آپ کی زندگی کی کہانی کے بہت سے پہلو اُس کی زندگی سے ملتے جلتے ہوں۔

دوسری بات، اُنہیں یہ بھی بتائیں کہ خوشخبری پر ایمان لانا کیوں کر آپ کی زندگی کا ایک اہم موڑ ثابت ہوا۔ بالعموم اِس کا تعلق ہمارے گناہوں کی معافی سے ہوتا ہے۔ یہ جاننا خوبصورت بات ہے کہ باجود اُن کاموں کے جو ہم نے اور دوسرے لوگوں نے کئے، خدا پھر بھی ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہمیں اس قدر چاہتا ہے کہ اُس نے ہمارے لئے مفت نجات کا انتظام کیا ہے۔ پھر یہ بتائیں کہ کس طرح خدا نے اپنے بیٹے کو اس دُنیا میں بھیجا تا کہ ہمارے گناہ معاف ہو جائیں اور ہم ابدی زندگی حاصل کر سکیں۔ اِبتدا سے خدا کا یہی منصوبہ تھا۔

تیسری بات، لوگوں کو بتائیں کہ خوشخبری پر ایمان لانے اور گناہوں کی معافی پانے سے آپ کی زندگی میں کیا اثرات مرتب ہوئے۔ پھر اُنہیں بتائیں کہ خدا کی طرف سے گناہوں کی معافی کو جاننا، ابدی زندگی کے وعدہ کو حاصل کرنا کیسا تجربہ ہے۔ اُنہیں بتائیں کہ اپنی شخصیت اور وجود کے تعلق سے آپ کی سوچ میں کیسا فرق پیدا ہوا۔ کہ آپ کون ہیں اور کیوں اس دُنیا میں موجود ہیں۔ گواہی دیں کہ خوشخبری پر ایمان لانے سے آپ کی زندگی کس قدر تبدیل ہو گئی ہے۔

بعض لوگ تبدیل شدہ دل کا ثبوت بھی دیکھنا چاہتے ہیں، یہ ایک معمول کی سوچ اور روّیہ ہے۔ اس سے ہمیں مسیح کی مانند بننے کا موقع میسر آتا ہے۔ پاک زندگی بسر کرنے کی یہ ایک اہم وجہ ہے۔ خداوند یسوع نے لوگوں سے محبت رکھی اور اُن کی خدمت گزاری کی۔ لوگ چاہتے ہیں کہ اُنہیں پیار کیا جائے اور لوگ اُن کی قدر کریں۔ جس طرح سے خداوند یسوع نے لوگوں کے لئے طرزِ عمل اپنایا، وہ بہت ہی زبردست ہے۔ وہ غور کریں گے۔ لوگوں کو علم ہوتا ہے کہ کب کوئی اُن سے محبت سے پیش آرہا ہے۔ اُنہیں یہ بھی علم ہوتا ہے کہ کب اُنہیں کوئی نظر انداز کر رہا ہے۔ جب آپ اُنہیں انجیل کے پیغام کی خاطر ترجیح دیں گے تو وہ اس بات کو سمجھیں اور محسوس کریں گے۔ ہر کوئی مسیح یسوع پر ایمان نہیں لاتا۔ جب آپ لوگوں کو انجیل کا پیغام سنائیں گے تو ہر کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ لیکن بہت سے ایمان لائیں گے۔

اہم نام اور اِصطلاحات (فرہنگ)

☆۔اس فہرست میں شامل اصطلاحات کورس کی کتاب میں واضح کردہ اصطلاحات میں شامل نہیں ہیں۔

بڑے حروف میں لکھے گئے نام فرہنگ میں شامل ہیں

ابرہام۔ایک آدمی جسے خدا نے ایسی قوم کا بزرگ ہونے کے لئے،، چنا جو بعد ازاں بنی اسرائیل یا یہودیوں کے نام سے جانی اور پہچانی گئی۔

اعمال۔ابتدائی مسیحیوں کی تاریخ سے متعلق عہدِ جدید میں ایک کتاب۔

آدم اور حوا۔پہلے دو انسان (ایک مرد اور ایک عورت) جنہیں خدا نے خلق کیا تھا۔

فرشتگان۔مافوق الفطرت مخلوق جو خدا کی خدمت کرتی اور مسیح یسوع پر ایمان لانے والوں کے لئے خدمت گزاری کا کام سرانجام دیتی ہے۔اصل عبرانی اور یونانی اصطلاحات جن کا ترجمہ بائبل مقدس میں "فرشتگان" کیا گیا ہے۔اُن کا معنی اور مفہوم "پیامبر" ہے۔"فرشتہ" یہ اصطلاح ایک کام کی وضاحت ہے۔یہ آسمانی مقام پر خدا کے آسمانی خاندان کے ایک رُکن کی ذمہ داری اور کام کو بیان کرتا ہے جو خدا کی طرف سے اُس کے لوگوں کے پاس پیغامات لے کر جاتے ہیں۔اس فرہنگ کے اختتام پر مزید تفصیل کے لئے "مافوق الفطرت اصطلاحات کا خلاصہ" دیکھیں۔

رسول۔ایک یونانی اصطلاح جس کا معنی ہے "بھیجا ہوا" عہدِ جدید میں مختلف طرح کے رسول پائے جاتے ہیں۔

صعود فرمانا۔خداوند یسوع مسیح مُردوں میں سے زندہ ہونے کے بعد آسمان پر چلا گیا۔

اسُوری۔شمالی مسوپتامیہ سے اسرائیل کے دشمن جن کا تاریخ میں ذکر موجود ہے۔

بابل۔بابل کے باشندوں کا قدیم شہر جو جنوبی مسوپتامیہ میں واقع ہے۔(دورِ جدید میں یہ ملک عراق ہے)

بابل کے باشندے۔جنوبی مسو پتامیہ سے اسرائیل کے تاریخی دشمن۔

ایماندار۔ وہ شخص جو خوشخبری کے پیغام کو قبول کرلیتا ہے۔

بائبل۔66 مقدس کتب کا مجموعہ۔ مقدس کتب جو خدا کی رہنمائی اور الہام سے قلمبند کی گئیں۔ پہلی 39 کتب عہدِ عتیق جبکہ بقیہ 27 کتب عہدِ جدید کے طور پر جانی جاتی ہیں۔

مسیح۔ یونانی لفظ "مسح شدہ" یہ اصطلاح "مسیح" یا "یسوع" کے مماثل ومترادف ہے۔

عہد۔ دو فریقین کے درمیان ایک معاہدہ۔ بائبل مقدس میں خدا بنی نوع انسان کے ساتھ عہد قائم کرتا ہے جس میں وہ اُن کے ساتھ برکت کے وعدے کرتا ہے۔ عہد میں شرائط ہو بھی سکتی ہیں اور عہد شرائط سے بالاتر بھی ہو سکتا ہے۔

صلیب۔ خداوند یسوع مسیح کی موت کا وسیلہ۔ رومی صلیب ایک سیدھا پول/کھمبا ہوتا تھا جس کے اُوپر ایک شہتیر عبوری سمت میں ہوتا تھا۔ جس پر مجرموں کو باندھا اور پھر کیلوں سے جڑ دیا جاتا تھا۔ اذیت اُٹھاتے اُٹھاتے اُن کا دم گھٹ جانے سے موت واقع ہو جاتی تھی۔ عہد جدید میں "صلیب" اُس مقام کی طرف اشارہ ہے جہاں گناہ کی قیمت چکا کر اُن سب کے لئے نجات کا بندوبست کیا گیا جو خوشخبری کے پیغام پر ایمان لائیں گے۔

داؤد۔ اسرائیل کا دوسرا بادشاہ۔ جس کے ساتھ خدا نے ابدی بادشاہت کا وعدہ کیا تھا۔ مسیح اسی شاہی خاندان سے آیا تھا۔

زوال / بگاڑ۔ ایک اصطلاح جو بُرائی اور گناہ سے منسوب ہے۔ اگرچہ یہ اکثر اوقات بُرے خیالات اور روّیوں کے بار بار واقع ہونے کو بھی بیان کرتی ہے۔

ابلیس۔ شیطان اور سانپ کا ایک دوسرا نام۔ "مافوق الفطرت اصطلاحات کا خلاصہ" دیکھیں۔ جو کہ اس فرہنگ کے اختتام پر دیا گیا ہے۔

شاگرد۔ بطور ایک اسم۔ ایسا شخص جو خداوند یسوع مسیح کی پیروی کرتا ہے۔ اُس کے نقشِ قدم پر چلتا اور اُس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ بطور فعل۔ "شاگرد بنانا" کسی کو مسیح کی پیروی کی تعلیم دینا۔

بشارتی خدمت۔ کئی ایک طریقے کار بروُئے کار لاتے ہوئے خوشخبری کے پیغام کو پھیلانے کی مہم جوئی۔

خرُوج۔(1) بائبل مقدس میں دوسری کتاب کا نام۔(2) ایک اصطلاح جو قدیم بنی اسرائیل کی مصر سے غلامی سے رہائی کو بیان کرتی ہے۔

بدی۔ ہر وہ چیز یا کام جسے خدا اخلاقی طور پر بُرا سمجھتا ہے۔ ہر وہ چیز یا کام جو خدا اور اُس کی تخلیق کے لئے نقصان دہ اور ناگوار ہو۔

ایمان۔ توکل اور بھروسہ کرنے والا یقین۔ (کسی چیز یا کسی شخص پر)

زوال۔ باغِ عدن میں آدم اور حوا کا گناہ اور اُس کے جاری رہنے والے اثرات

معافی (گناہ کی) جب خدا کسی شخص کے قصور معاف کرتا ہے۔ تو ہر ایک سزا منسوخ ہو جاتی ہے۔ اس سے منسلک عناصر، فضل، رحم اور نجات ہیں۔

باغِ عدن۔ خدا کی اصل تخلیقی دُنیا میں ایک مقام جہاں آدم اور حوا رہتے تھے۔ خدا بھی باغ عدن میں موجود تھا۔

پیدائش۔ بائبل مقدس کی پہلی کتاب

غیر اقوام۔ ایک ایسی اصطلاح جو ہر اُس شخص کو بیان کرتی ہے جو اسرائیل کی نسل کا حصہ نہ ہو۔ غیر اسرائیلی۔

خدا۔ بائبل مقدس میں، جب اس اصطلاح کو بطور واحد استعمال کیا جاتا ہے تو یہ ایک منفرد، لاثانی اور مافوق الفطرت ہستی کی طرف اشارہ کرتی ہے جو مالکِ کل، خالقِ کل اور بنی نوع انسان سے محبت کرنے والی ہے۔

اُلوہیت۔ تثلیث۔ تین شخصیات۔ (باپ، بیٹا اور روح القدس) ایک لاثانی خدا۔

خوشخبری۔ مسیح خداوند کے وسیلہ سے نجات کا پیغام

فضل۔ جب خدا ہمیں وہ کچھ دیتا ہے جس کے ہم مستحق نہیں ہوتے۔ خدا کی غیر مشرُوط مہربانی

ارشادِ اعظم۔ وہ ذمہ داری اور کام جو خداوند یسوع مسیح نے اپنے شاگردوں کو خوشخبری کے پیغام کو پھیلانے کے لئے دیا تھا کہ وہ پوری دُنیا میں شاگرد بنائیں۔

عبرانیوں۔ (1) اسرائیل کے لئے ایک اور اصطلاح۔ (2) وہ زبان جس میں عہدِ عتیق تحریر کیا گیا۔

رُوح القدس۔ خدا کا شخصی روح۔ جو اپنے اوصاف اور جوہر میں خدا کے برابر ہے۔

اضحاق۔ ابرہام کا بیٹا جو سارہ سے پیدا ہوا تھا۔

اسرائیل۔(1)یعقوب کا نیا نام۔ ابرہام کا پوتا۔(2)عہدِ عتیق میں بیان کی گئی ایک قوم جس کا آغاز خدا نے ابرہام اور سارہ کے وسیلہ سے کیا تھا۔

بنی اسرائیل۔ ابرہام کی نسل کے لوگ۔ قوم اسرائیل کے اراکین۔

یعقوب۔ اضحاق کا بیٹا۔ اس لئے ابرہام کا پوتا ٹھہرا۔ بعد ازاں خدا نے اُس کا نام یعقوب سے اسرائیل میں تبدیل کر دیا تھا۔

یسوع۔ خدا کا بیٹا۔ جو کنواری مریم سے پیدا ہوا تھا۔ لیکن کامل خدا بھی تھا۔ خدا نے بطور انسان مسیح یسوع کی صورت میں جنم لیا تاکہ بنی نوع انسان کی نجات کے لئے خدا کے منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکے۔

یہودی۔ "اسرائیلیوں" کے لئے ایک اور نام۔ ابرہام کی نسل کے لوگ۔ قدیم زمانہ میں، اجنبی یا غیر اقوام نے اسیری میں جانے والے دو قبیلوں کو یہ نام دیا تھا۔

خدا / مسیح / یسوع کی بادشاہت۔ اس زمین پر ایمانداروں کے ساتھ مسیح کے وسیلہ سے خدا کی حکمرانی۔ عہدِ جدید اس بادشاہت کو اِس دُنیا میں موجود اور ترقی کرتی ہوئی بادشاہت کے طور پر بیان کرتا ہے۔ لیکن اس کی قطعی تکمیل کا منتظر بھی دکھائی دیتا ہے۔

رَحم۔ جب خدا اُس عدالت سے باز رہتا ہے جس کے ہم مستحق ہوتے ہیں۔

مسایا۔(مسیح)۔ ایک عبرانی اصطلاح جس کا معنی ہے۔ "مسح شدہ" یہ اُس بادشاہ کی طرف اشارہ ہے جسے داوٗد کی نسل سے برپا ہو کر خدا کے لوگوں کو گناہ سے نجات اور اُن کے دشمنوں سے مخلصی عطا کرنی تھی۔ بائبل مقدس کی کہانی میں، خداوند یسوع مسایا تھا۔ یونانی زبان میں ایک اصطلاح "مسیح" اسی اصطلاح کے مساوی ہے۔ پس "یسوع مسیح" "یسوع، مسایا" ہے۔

مُوسیٰ۔ ایک اسرائیلی جو اُس وقت پیدا ہوا جب بنی اسرائیل مصر کی غلامی میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ اِسی شخص کو خدا نے بنی اسرائیل کو غلامی کے گھر سے رہائی دینے کے لئے قوت اور قدرت سے نوازا تھا۔

کوہِ سینا۔ وہ پہاڑ جہاں خدا نے موسیٰ کو بنی اسرائیل کو مصر سے چھڑا کر لانے کے لئے کہا تھا۔ یہی وہ پہاڑ ہے جہاں خدا نے بنی اسرائیل کو دس احکام دیے تھے۔

عہدِ جدید۔ عہدِ عتیق کے بعد 27 کتب کا مجموعہ۔ اِن کُتب کا متن خداوند یسوع مسیح کی زندگی اور خدمت کے بارے میں ہے۔ اس میں ابتدائی مسیحیوں کی تاریخ اور پہلی صدی عیسوی میں مسیحیت کے پھیلاؤ کا ذکر بھی موجود ہے۔

نوح۔ وہ شخص جسے خدا نے زمین پر طوفان بھیجنے سے قبل اپنی نظر میں راستباز پایا۔ خدا نے نوح کو ہدایت کی کہ وہ ایک بڑی کشتی (بحری جہاز) بنائے تا کہ وہ اور اُس کا گھرانہ اور جنگلی جانور اور پرندے اُس طوفان سے محفوظ رہ سکیں۔

عہدِ عتیق۔ بائبل مقدس کی 39 کتب کا مجموعہ۔ ان کا متن مسیح یسوع کی پیدائش سے قبل ایک تسلسل سے تاریخ وار ہے۔

پولس۔ خداوند یسوع مسیح کا رسول جس نے غیر اقوام (غیر اسرائیلی) کے درمیان خدمت پر توجہ مرکوز رکھی۔

پطرس۔ خداوند یسوع مسیح کے حقیقی شاگردوں میں سے ایک شاگرد۔

وعدہ کی سرزمین۔ ایک اصطلاح جس کا اطلاق جغرافیائی لحاظ سے ملک ِ اسرائیل پر ہوتا ہے۔ وہ سرزمین جس کا وعدہ خدا نے ابرہام سے کیا تھا۔ کہ وہاں پر اُس کی نسل آباد ہو گی۔ اسرائیل کے وہاں قابض ہونے سے پہلے، عہدِ عتیق میں اس زمین کو ملک کنعان کہا جاتا تھا۔

تاریکی کی قوتیں۔ ہر وہ مافوق الفطرت مخلوق جو اس دُنیا اور اُس کے باشندوں کے لئے خدا کی نجات کے منصوبے کی مخالفت کرتی ہے۔ مزید تفصیلات کے لئے "مافوق الفطرت اصطلاحات کا خلاصہ" دیکھیں جو کہ اس فرہنگ کے آخر پر دیا گیا ہے۔

قیامت المسیح۔ (1) بالعموم۔ موت کے بعد نئی زندگی کے وسیلہ سے موت پر فتح۔ (2) عہدِ جدید میں۔ اس حقیقت کا حوالہ کہ خداوند یسوع مسیح صلیب پر موت کا دُکھ سہنے کے بعد تیسرے روز مُردوں میں سے زندہ ہو گیا تھا۔ اس سے مُراد آنے والے دَور میں اس زمین پر تمام ایمانداروں کا ابدی زندگی کے لئے مُردوں میں سے زندہ ہونا بھی ہے۔

نجات۔ کسی بھی اُس شخص کی رہائی اور مخلصی جو گناہ کے باعث خدا سے دُور ہے اور خداوند یسوع مسیح کی خوشخبری پر ایمان لاتا ہے۔ نجات میں، خوشخبری پر ایمان لانے کے باعث ایمان لانے والے کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ نجات سے ایمان لانے والا پھر سے خدا کے خاندان میں شامل ہو جاتا ہے۔

سارہ۔ ابرہام کی اہلیہ محترمہ جسے خدا نے مافوق الفطرت طور پر بچہ پیدا کرنے کی توفیق عطا کی تھی۔

شیطان۔ باغِ عدن میں شیطان کو یہ نام دیا گیا جس نے آدم اور حوا کو فریب دیا تھا۔ شیطان خدا کی تخلیق میں پہلی مافوق الفطرت مخلوق تھا جس نے خدا کے خلاف بغاوت کی تھی۔ شیطان ہی خدا کا سب سے بڑا دُشمن ہے۔ مزید تفصیلات کے لئے "مافوق الفطرت اصطلاحات کا خلاصہ " دیکھیں جو کہ اس فرہنگ کے آخر پر دیا گیا ہے۔

ساؤل۔ بنی اسرائیل کا پہلا بادشاہ۔

سانپ۔ باغِ عدن میں آدم اور حوا کا دشمن۔ بائبل مقدس بعد ازاں اُسے ابلیس اور شیطان کا نام دیتی ہے۔۔ مزید تفصیلات کے لئے "مافوق الفطرت اصطلاحات کا خلاصہ " دیکھیں جو کہ اس فرہنگ کے آخر پر دیا گیا ہے۔

گناہ۔ ہر وہ بُرائی / رجحان و رغبت جو خدا کی راستبازی کے معیار کے متضاد اور خدا کے خلاف بغاوت کرے۔

سلیمان۔ داؤد کے بیٹوں میں سے ایک فرزند۔ سلیمان ہی داؤد کی موت کے بعد اُس کے تخت پر بیٹھا تھا۔

بیٹا۔ بائبل مقدس میں۔ "بیٹا" تثلیث کا دوسرا اقنوم ہے۔ جو خداوند یسوع مسیح کی صورت میں انسان بن گیا تھا۔

خدا کے فرزند۔ عہدِ عتیق میں مافوق الفطرت مخلوق جو خدا کی خدمت کے لئے ہر وقت مُستعد اور سرگرم رہتی ہے۔ یا پھر جنہوں نے خدا کے خلاف بغاوت کی تھی۔ مزید تفصیلات کے لئے "مافوق الفطرت اصطلاحات کا خلاصہ " دیکھیں جو کہ اس فرہنگ کے آخر پر دیا گیا ہے۔

خدا کا رُوح۔ رُوح القدس کے لئے ایک اور اصطلاح۔

رُوحانی جنگ۔ گناہ اور مخالف مافوق الفطرت قوتوں کے خلاف ایک کشمکش اور جدوجہد جو ارشادِ اعظم کی تکمیل کے خلاف سرگرم عمل رہتی ہیں۔۔ مزید تفصیلات کے لئے "مافوق الفطرت اصطلاحات کا خلاصہ " دیکھیں جو کہ اس فرہنگ کے آخر پر دیا گیا ہے۔

مافوق الفطرت۔ ایک اصطلاح جو کہ فطرتی (جسمانی، مادی) دُنیا اور کائنات سے بالاتر ہے۔ "مافوق الفطرت مخلوق "اُس مخلوق یا ہستی کا حوالہ ہے جو روح ہے اور فطرتی طور پر اُس کا کوئی جسم نہیں ہے۔

دس احکام۔ مصر سے روانہ ہونے کے بعد کوہ سینا کے مقام پر خدا نے بنی اسرائیل کو موسیٰ کی معرفت ابتدائی دس اخلاقی قوانین دئے تھے۔

تثلیث۔ خدا کی تین شخصیات۔ بائبل مقدس کی تعلیم یہ ہے کہ خدا ایک ہے لیکن تین شخصیات میں ابدی طور پر موجود ہے۔

مافوق الفطرت اصطلاحات کا خلاصہ

بائبل مقدس اُن ہستیوں کے لئے ہمیں بہت سی اصطلاحات پیش کرتی ہے جو روحانی دُنیا میں سکونت پذیر ہیں۔ مسیحی روایات میں اکثر وبیشتر ان اصطلاحات کو ضم کر دیا جاتا ہے جو اُلجھاؤ کا باعث ہوتی ہیں۔ میں نے درس وتدریس کے شعبہ سے منسلک رہتے ہوئے ایسے معاملات کی تحقیق وتفشیش میں بہت وقت گزارا ہے۔ اگر کوئی شخص فرشتگان، شیطان اور بُری روحوں کے موضوعات میں دلچسپی رکھتا ہے تو میں اُسے مدعو کرنا چاہوں گا کہ وہ اس ترتیب سے مطالعہ کرے۔

☆۔**مافوق الفطرت**۔ بائبل مقدس نادیدنی دُنیا کے بارے میں کیا سکھاتی ہے اور یہ کیوں کر اہم ہے۔

☆۔**نادیدنی عالم**۔ بائبل مقدس کا دُنیا کے تعلق سے مافوق الفطرت نکتہ نظر دریافت کرنا۔

☆۔**فرشتگان**۔ بائبل مقدس خدا کے آسمانی لشکر کے بارے میں کیا بیان کرتی ہے؟

☆۔**بدرُوحیں**۔ بائبل مقدس تاریکی کی قوتوں کے بارے میں کیا بیان کرتی ہے؟

ان میں سے پہلی کتاب کچھ اس طرح سے ہے۔ اس کتاب کی تصنیف کا مقصد ایک تعلیمی موضوع پر گفت وشنید نہیں ہے۔ جبکہ دیگر تین کتب تعلیمی مواد فراہم کرتی ہیں۔ (بہت سی تفصیلات اور حاشیے) ان کتب میں ہزاروں حوالہ جات، نوٹس موجود ہیں جو اس متن کی تائید کے لئے علما کی لکھی گئی کتب سے لئے گئے ہیں۔

یہ مافوق الفطرت دُنیا کا خلاصہ یا جائزہ پیش کرنے کے لئے مفید ثابت ہوں گے جن کا ہم نے بائبل مقدس کی کہانی کو پیش کرتے ہوئے حوالہ دیا ہے۔

بائبل مقدس بیان کرتی ہے کہ ایک نادیدنی دُنیا بھی ہے۔ روحوں کا عالم۔ فطرتی لحاظ سے ان رُوحوں کے بدن نہیں ہیں۔ اگرچہ یہ روحیں جسم اختیار کر سکتی ہیں۔ روحوں کا عالم "مافوق الفطرت" ہے۔ ایک جہان جو اس دُنیا سے مختلف نوعیت اور فطرت کا ہے۔ (اعلیٰ یا بالاتر) فطرتی جسمانی یا مادی دُنیا۔۔۔۔

خدا بھی اس رُوحوں کے عالم کا ایک رُکن ہے۔ لیکن خالق ہونے کی وجہ سے وہ سب سے بالا تر ہے۔ خدا ہی واحد ہستی ہے جسے کسی نے خلق نہیں کیا اور وہ ابدی خدا ہے۔ اُس نے دیگر تمام روحوں کو خلق کیا ہے۔ جو کہ روحانی عالم میں سکونت پذیر ہیں۔ بالکل ایسے ہی جس طرح اُس نے اس دُنیا میں جس سے ہم بخوبی واقف ہیں زندگی پیدا کی ہے۔ (جسمانی، مادی دُنیا)

بائبل مقدس رُوحوں کے عالم کو مختلف اصطلاحات کے ساتھ بیان کرتی ہے۔ (جیسا کہ رومیوں 8 باب 38 آیت) ان میں سے چند ایک اس کتاب میں متعارف کرائی گئیں ہیں۔ اُن میں سے کچھ اصطلاحات کام کی وضاحت کرنے والی ہیں۔، یعنی رُوحوں کے کام بیان کرنے کے طریقے۔ ان میں سے ایک اصطلاح "فرشتہ" کا معنی ہے "پیامبر" یہ کہا جاتا ہے کہ نئے عہد نامہ کے دَور میں روم کے یونانی مائل کلچر میں "فرشتگان" کسی بھی آسمان لشکر کے رُکن کی اصطلاح بن گئی جس نے خدا کے خلاف بغاوت نہیں کی تھی۔ "بدروحیں" یہ اصطلاح اُن سب کی پہچان بن گئی جنہوں نے بغاوت کی تھی۔ اس حقیقت کے باوجود کہ "بدروح" کے قدیم دُنیا میں کئی ایک معنی اور مفہوم تھے۔

وضاحتی بیان / جملہ "خدا کے فرزند" ایک خاندانی اصطلاح ہے جو ہمیں یاد کراتی ہے کہ خدا رُوحوں کا باپ (خالق) ہے۔ اس اصطلاح کا اس سے بھی زیادہ اور گہرا معنی ہے۔ میں نے "مافوق الفطرت اور نادیدنی عالم میں اس جُملہ پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ "خدا کے فرزند" سے مُراد خدا کے لئے کام کرنے والوں میں ایک اعلیٰ مقام ہے۔ اس کا ماخذ وہ زبان ہے جس میں بادشاہ کے فرزند قدیم دُنیا میں اعلیٰ درجہ کی ذمہ داری سے عہدہ برآں ہوتے تھے۔ بائبل مقدس کی کہانی میں "خدا کے فرزند" قوموں پر مقرر کئے گئے تھے جن کی خدا نے بابل کے مقام پر عدالت کی تھی۔ ایک ایسا کام جو محض پیغام رسانی سے کہیں بڑھ کر ہے۔ (فرشتگان کا کام)

بنیادی طور پر، روحانی عالم کے تمام اراکین خدا سے وفادار تھے۔ حالات اور صورتحال ویسی نہ رہی۔ جیسا کہ ہم اس کتاب میں پڑھتے ہیں، خدا نے جب رُوحوں کو خلق کیا تو رُوحوں کے عالم کے اراکین کو اپنی خوبیوں اور اوصاف سے نوازا۔ اُن میں سے ایک وصف آزاد مرضی تھا۔ روحوں کے عالم کے بعض اراکین نے اُس آزاد مرضی کا استعمال کیا اور خدا کی خواہشات اور خدا کے خاندان کے خلاف بغاوت کر ڈالی۔ اجتماعی طور پر، وہ تمام روحیں جنہوں نے خدا اور اُس کے لوگوں کے خلاف بغاوت کی تھی "تاریکی کی قوتیں" ہیں۔ تاہم بائبل مقدس خدا کی انسانی خاندان رکھنے کی خواہش کو بیان کرتے ہوئے ان روحانی دشمنوں کو بے نقاب کرتی ہے۔

بائبل مقدس ایسی تین بغاوتوں کو بیان کرتی ہے۔ پہلی بغاوت باغ عدن میں ہوئی۔ روحوں کے عالم کا ایک رُکن انسانی خاندان رکھنے کے لئے خدا کی خواہش کو نقصان پہنچانا چاہتا تھا۔ بائبل مقدس کی کہانی میں وہ رُکن باغِ عدن میں سانپ کے روپ میں حوا کو دھوکہ دینے کے لئے آیا۔ بعدازاں بائبل مقدس اُسے "شیطان" کا نام دیتی ہے۔ (ایک اصطلاح جس کا معنی ہے "مخالف" اور "ابلیس" (ایک اصطلاح جس کا معنی ہے تہمت لگانے والا) یہ نام اس حقیقی باغی کی پہچان بن گیا۔

بعد ازاں بائبل مقدس کی کہانی میں، روحانی عالم میں خدا کے بعض فرزندوں نے خدا کے خلاف بغاوت کی۔ اُنہوں نے جسمانی اور روحانی عالم کے درمیان حد عبور کرلی یہوداہ کی کتاب اُن کے گناہ کو "اپنی حکومت کو قائم نہ رکھنے" کے طور پر بیان کرتی ہے۔ کلیسیائی روایات میں بالآخر اُن باغی فرزندوں کو "گرائے گئے فرشتگان" کے طور پر بیان کیا جانے لگا۔ یعنی اُن کے پاکیزگی کے مقام سے گر جانے یا "بدروحیں" اُن کی بدی کو بیان کرنے کے لئے کہا جانے لگا۔ اس حقیقت کے باوجود، کہ عہد عتیق کبھی بھی "فرشتگان" یا بدروحیں" پیدائش 6 باب 1 تا 4 آیت کے باغیوں کے لئے استعمال نہیں کرتا۔

آخر میں، "خدا کے فرزند" جنہیں بابل کے مقام پر قوموں کے سپرد کیا گیا تھا اپنے کام کے دوران ایک مقام پر خرابی اور بگاڑ کا شکار ہو گئے۔ زبور 82 اُن کی عدالت کے بارے میں ہے۔ یہ مختلف علاقہ جات میں مقرر کی جانے والی بدروحیں مافوق الفطرت "مؤکلوں" کی بنیاد ہیں جو کہ دانی ایل 10 باب میں قوموں سے منسلک ہیں۔ پولس رسول نے اُن کے تعلق سے کئی ایک حوالہ جات میں بیان کیا ہے۔ جیسا کہ افسیوں 6 باب 11 باب 12 آیت) یہ تمام اصطلاحات جغرافیائی علاقہ کو بیان کرتی ہیں۔ پس یہ بائبل مقدس میں بابل کے واقعہ کے بعد پیدا ہونے والی صورتحال کو بیان کرنے کے لئے مناسب ہے۔